ماهنامه
نصرت الجهاد

مارچ ۱۹۹۱ء

"کمانڈروں کی عمومی شوریٰ تشکیل
دینے سے مجاہدین کی صفوں میں خاطر خواہ نظم وضبط
پیدا ہو چکا ہے اور دشمن پر بڑے اور متحدہ حملوں کا
راستہ ہموار ہوگیا ہے" : الحاج جلال الدینؒ حقانی

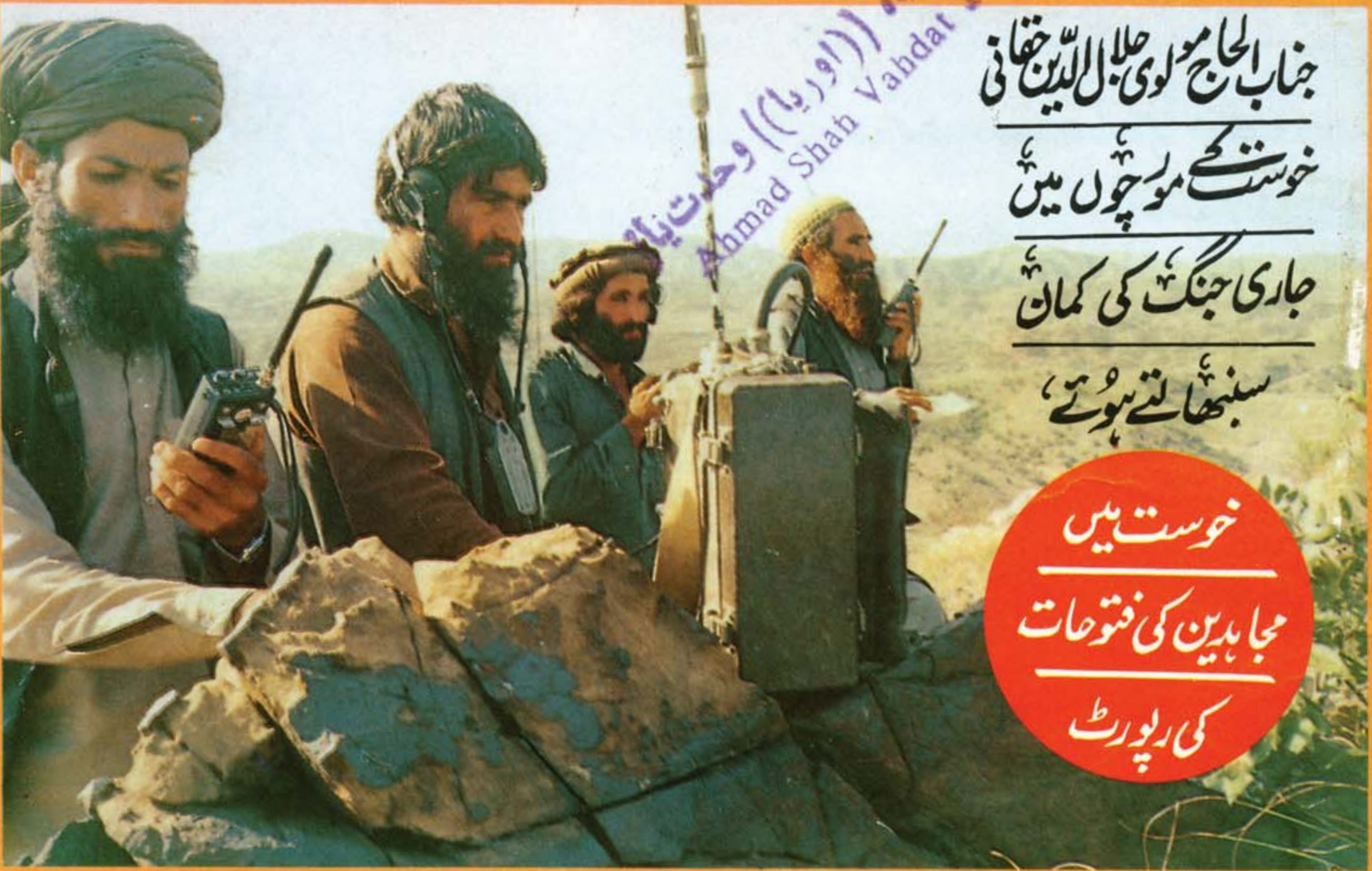

جناب الحاج مولوی جلال الدین حقانی
خوست کے مورچوں میں
جاری جنگ کی کمان
سنبھالتے ہوئے

خوست میں
مجاہدین کی فتوحات
کی رپورٹ

Ahmad Shah Vahdat Yar

حمد باری تعالیٰ

حرارتِ نبضِ ہستی کی فقط تیری رضا دیکھے
تماشا ہر قدم بیتاب چشمِ آشنا دیکھے

بکھر سکتا نہیں اِس ملّتِ بیضا کا شیرازہ
کریمی شان تیری آپ سارا ماجرا دیکھے

جنسِ جاں ڈوبنے کو ہو اگر سپردِ موجوں ہیں
ترا ہی آسرا چاہیے تجھے مشکل کشا دیکھے

حقیقت رنگ و بُو کی پُوچھ چشمِ عشق پیشہ سے
جہاں کے ذرّے ذرّے میں اسے جلوہ نما دیکھے

مقامِ بندگی یہ ہے مٹا کر ماسوا الحیر
نظر احساس کی اللہ کو حاجت رَوا دیکھے

کیا اقرار تو تصدیق کی یہ کشمکش کیسی
مکاں سے لامکاں تک آنکھ تیرا نقشِ پا دیکھے

گلوں کی نازکی دشت و جبل کی داستانوں میں
جمالی شان کے جلوے زمانہ جابجا دیکھے

جبینِ شوق پر اختر سجا اس ذات کا سجدہ
خُدا کو دیکھتا ہو تو تِرا جُھکنا خُدا دیکھے

اختر حسین شیخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد شاہ ((اوریا)) وحدت یار
Ahmad Shah Wahdat Yar

ماهنامه

نصرت الجهاد

مارچ ۱۹۹۱ء

بانی: الحاج مولوی جلال الدین حقانی

چیف ایڈیٹر ــــ الحاج عبدالباری شہرت ننگیال
مدیر ــــ الحاج سید عبداللہ

سال تاسیس: ۱۴۱۱ ھ ق، ۱۳۶۹ ھ ش، ۱۹۹۰ء

جلد نمبر ۱ - شمارہ نمبر ۵ - مسلسل نمبر ۵ - مارچ ۱۹۹۱ء، شعبان، رمضان المبارک ۱۴۱۱ ھ ق، حوت ۱۳۶۹ ھ ش

اس شمارے میں

۱۔ اداریہ
۲۔ انٹرویو
۳۔ ۳۰ حوت
۴۔ مشترکہ اعلامیہ
۵۔ کابل دگرگوں ہے
۶۔ ماہ صیام
۷۔ نیا عالمی نظام
۸۔ ۲۴ حوت
۹۔ افغان مجاہدین کے حب اللہ کا...
۱۰۔ اراکان برما کی اسلامی تحریک
۱۱۔ نشہ قوت ہے خطرناک
۱۲۔ تبصرۂ کتب
۱۳۔ روس مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن
۱۴۔ افسانہ
۱۵۔ افغان مجاہدین کی مکمل فتح دور کیوں
۱۶۔ الحاج عبدالرحمٰن سے انٹرویو
۱۷۔ کشمیری مسلمانوں پر...
۱۸۔ اسلامی تہذیب
۱۹۔ جہاد افضل و اعلیٰ عبادت ہے
۲۰۔ حضرت ثابت رض
۲۱۔ اخبار جہاد
۲۲۔ شہداء

پتہ:۔
ماہنامہ "نصرت الجهاد"
پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۳
یونیورسٹی ٹاؤن۔ پشاور۔ پاکستان

بدل اشتراک

سالانہ چندہ: ۱۰۰/- روپے
ششماہی: ۵۰/- روپے
فی پرچہ: ۸/- روپے

بیرونی ممالک:
سالانہ ۳۰ ڈالر
اکاؤنٹ نمبر ۲۰۵۵۹
حبیب بنک کنٹونمنٹ برانچ صدر روڈ
پشاور۔ پاکستان

ادار یہ

نجیب انتظامیہ تباہی کے دہانے پر

پچھلے آٹھ ماہ سے دنیا تیزی سے بدلتے ہوئے حالات و تغیرات کا جائزہ لے رہی تھی، کویت پر عراقی قبضے کے نتیجے میں ہونے والی خلیجی جنگ اس کو روکنے کے لیے پوری دنیا کی سفارتی کوششیں اور دنیا میں رونما ہونے والے دیگر اہم واقعات نے درحقیقت جہاد افغانستان پر منفی اثرات مرتب کئے تھے، برادر اسلامی کی طرف سے خلیج کی جنگ کی وجہ سے امداد میں رکاوٹ اور بین الاقوامی امداد میں خاطر خواہ کٹوتی کے علاوہ افغانستان میں شدید برف باری اور سردی کی وجہ سے مجاہدین کی جہادی کارروائیاں تساہل اور تعطل کا شکار ہوئیں۔ اور مجاہدین کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس دوران خدا نخواستہ مجاہدین کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہرگز نہیں۔

ہاں اتنا ضرور ہوا کہ اس دوران نجیب کو اپنی انتظامیہ کو ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دینے کے لیے دوڑ دھوپ کا عارضی موقع مل گیا۔

اب جبکہ موسم بھی روز بروز بہتر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ خلیج کی جنگ بھی بند ہو چکی ہے مجاہدین کی مزید فتوحات و کامیابیاں متوقع ہیں، چنانچہ اس مقصد کے حصول کی خاطر ۱۴ر مارچ سے خوست کے محاذ پر موجود تمام جہادی قوتوں کے جیالے اور غیور مجاہدین نے دشمن کے خلاف متحدہ کارروائیوں کا آغاز کر لیا ہے۔

موصولہ اطلاعات کے مطابق خوست شہر پہلے سے مجاہدین کے محاصرے میں ہے، مجاہدین کے شدید حملوں کی زد میں آ گیا ہے۔ (کمانڈروں کی عمومی شوریٰ) کے ذرائع کے مطابق حملوں کے دوران مجاہدین کو شاندار کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں اور دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچنے کے علاوہ مجاہدین نے دس فوجی چھاؤنیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ جن میں ملزائی، ٹالو گان اور میر خانکی مشہور چھاؤنیاں شامل ہیں (باقی ص۲۱ پر)

اگر مجاھدین متحد ھوتے تو کابل حکومت کب کی ختم ھوچکی ھوتی

الحاج مولوی جلال الدین حقانی کا تازہ ترین انٹرویو

سوال : جناب حقانی صاحب! کابل حکومت کے جلد خاتمے کے لئے کونسا منصوبہ کارآمد ثابت ہوسکتا ہے ؟

جواب : بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
میری رائے کے مطابق روسیوں کی مزدور کابل انتظامیہ کے جلد خاتمے کے لئے بہتر و مؤثر طریقہ مجاہدین کا باہمی اتحاد و یکجہتی ہے، کیونکہ اسی وحدت کے ذریعے مجاہدین کے درمیان مکمل نظم و ضبط اور قوت پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر مجاہدین کے درمیان اتحاد و اتفاق موجود ہوتا تو کابل کمیونسٹ انتظامیہ کا خاتمہ بھی روسی فوجی انخلا کے ساتھ ہو جاتا۔

اب جب کہ کمانڈروں کی عمومی شوریٰ تشکیل دیدی گئی ہے اس شوریٰ کا اصل اور اہم مقصد مجاہدین کے درمیان وحدت و یگانگت نظم اور ضبط پیدا کرنا اور دشمن کے خلاف متحدہ طور پر منظم حملے کرنا ہے۔ اگر اس ہدف کے حصول کی کوشش ایسے ہی منصوبوں سے کی جائے تو روسیوں کی کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کے جلد خاتمے میں کوئی دقت انشاء اللہ نہیں ہے۔

سوال : کہا جاتا ہے کہ نجیب مزدور انتظامیہ قندھار شہر کو خالی کرنا چاہتا ہے تاکہ وہاں لویہ جرگہ کا انعقاد ہو اور اس میں مستقبل کے افغان حکومت کی قیادت کا تعین کیا جائے اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے ؟

جواب : اس سے قبل بھی روسیوں کے اشاروں پر نجیب اس قسم کے منصوبے بروئے کار لا چکا ہے۔ مگر انہیں عملی جامہ پہنانے میں نجیب کو کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ ان سب منصوبوں اور پروگراموں کو بروئے کار لانے سے روسیوں کا مقصد اپنے مزدوروں (خلق و پرچم دھڑوں) کو مستقبل کے احتساب اور سزا سے بچانا ہے تاکہ اس طرح روس نواز کمیونسٹ پارٹی کو مستقبل کے افغانستان میں بھی تحفظ مل سکے لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ان کے یہ سب منصوبے اور پروگرام

عملی ہو بھی سکے اور نتیجے میں کوئی حکومت بن جائے۔ مجاہد افغان قوم اسے قبول نہیں کرے گی اور اس کے خلاف بھی اسی طرح مسلح جہاد اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک افغانستان میں ایک خالص اسلامی حکومت کا قیام عمل میں نہیں آجاتا۔

سوال: مجاہدین کی موجودہ سیاسی و فوجی صورت حال کیسی ہے؟

جواب: جہادی رہنماؤں میں جب سے خود خواہی و انانیت کے عنصر نے جنم لیا ہے تب سے مجاہدین کی سیاسی حالت کو کچھ نہ کچھ نقصان پہنچا ہے اتنی طویل مدت کے دوران جہادی رہنما خلوص دل سے حقیقی اتحاد پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ چنانچہ ان کی ان بے اتفاقیوں نے جہاد اور مجاہدین کی سیاسی صورت حال کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔

ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے جہادی رہنماؤں کو اتحاد کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اگر مجاہد رہنما آپس میں متحد ہو جائیں تو پھر سیاسی صورت حال کی کمزوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جہاں تک مجاہدین کی فوجی مورال اور پوزیشن کا تعلق ہے تو کمانڈروں کی عمومی شوریٰ کی تشکیل کے بعد مجاہدین کی صفوں میں خاطر خواہ نظم و ضبط پیدا ہو چکا ہے اور دشمن پر مشترک و متحدہ حملوں کا راستہ ہموار ہو گیا ہے۔

چنانچہ خوست میں مجاہدین کی موجودہ مشترکہ کاروائیاں ہمارے اس ادعا کا واضح ثبوت ہے۔ اس کے باوجود کہ بعض جہادی رہنماؤں نے اپنے بعض کمانڈروں کو ان کاروائیوں میں شریک ہونے سے روکا تاکہ خوست میں مجاہدین کی موجودہ کاروائیاں ناکام ہو سکے۔ لیکن پھر بھی علاقے میں موجود تمام جہادی قوتیں اس پروگرام میں شامل ہیں اور انشاء اللہ فتح ہمارے نصیب میں ہو گی۔ عام طور پر مجاہدین کی فوجی حالت میں کچھ تغیرات رونما ہو گئے ہیں جن کی نشاندہی درج ذیل ہیں:

نام نہاد جنیوا معاہدہ طے پانے کے بعد خاص طور پر پاکستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت کے قیام کے دوران مجاہدین کی امداد میں کمی آ گئی۔ ایران کے موقف میں تبدیلی رونما ہوئی حتیٰ کہ ایرانی حکومت نے اب روس اور ان کے مزدور کابل انتظامیہ کو دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔

ہمارے بعض جہادی رہنما جو افغانستان میں روسی افواج کی موجودگی کے وقت جہادی سرگرمیوں اور کاروائیوں میں براہ راست حصہ لیتے رہے، روسی فوجی انخلا

> مجاہدین کی صفوں میں اب خاطر خواہ نظم و ضبط پیدا ہو چکا ہے اور دشمن پر مشترک و متحدہ حملوں کا راستہ ہموار ہو گیا ہے۔ چنانچہ خوست میں مجاہدین کی موجودہ کاروائیاں ہمارے اس ادعا کا واضح ثبوت ہے۔ علاقے میں موجود تمام جہادی قوتیں خوست کی کاروائیوں میں شامل ہیں اور انشاء اللہ فتح ہمارے نصیب میں ہو گی۔

کے بعد اقتدار پر قبضہ کے لئے علانیہ اور خفیہ طور پر کوششوں میں لگ گئے اور جہاد میں ان کی دلچسپی کم ہوگئی اسی طرح جنگ خلیج نے بھی مجاہدین کی فوجی صورت حال پر برا اثر چھوڑا ہے کیونکہ اسلامی ممالک کی طرف سے مجاہدین کو جو امداد مل رہی تھی قطعاً بند ہوگئی ہے نیز افغانستان سے روسیوں کے انخلا کے بعد مجاہدین کو ملنے والی بین الاقوامی امداد میں بھی کافی حد تک کمی آگئی ہے کیونکہ ان اداروں کا مقصد و دلچسپی روسی افواج کے انخلا سے تھا نہ کہ افغانستان میں ایک اسلامی حکومت کے قیام سے۔

سوال: کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کی سیاسی صورتحال کس نہج پر ہے؟

جواب: مغربی ذرائع ابلاغ کا یہ پروپگنڈہ کہ گو نجیب انتظامیہ نے سیاسی میدان میں کچھ کامیابیاں حاصل کرلی ہیں اور اس راہ میں ایران کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات نیز پاکستان کے ساتھ اچھے تعلقات کی خاطر نجیب انتظامیہ کا ہاتھ بڑھانا اس ضمن میں مثال کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں، قطعاً غلط اور من گھڑت ہے، حقیقت یہ ہے کہ کابل روسی مزدور رژیم کی سیاسی حالت انتہائی خراب اور ناگفتہ بہہ ہے، روس ان کو مزید امداد نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہ خود معاشی مشکلات اور سیاسی بحران کا شکار ہے

> کمانڈروں کی عمومی شوریٰ کا اصل اور اہم مقصد مجاہدین کے درمیان وحدت و یگانگت، نظم اور ضبط پیدا کرنا اور دشمن کے خلاف متحدہ طور پر منظم حملہ کرنا ہے۔
> —— حقانی

چنانچہ ایسے میں وہ اپنے حلقہ بگوش کابل رژیم کو کیا امداد دے گا۔

سوال: خوست پر مجاہدین کی موجودہ کاروائیوں کے حوالے سے اگر کچھ فرمائینگے؟

جواب: مجاہدین خوست کے محصور شہر پر ایک بڑے حملے کے لئے آمادہ ہوگئے ہیں جہاں تک فتح و کامیابی کا تعلق ہے تو یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، خوست پہلے سے مجاہدین کے محاصرے میں ہے لیکن اب مجاہدین چاہتے ہیں کہ اُن پر محاصرے کا دائرہ تنگ سے تنگ تر بنا کر انہیں مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیں، جہاں تک خوست شہر پر مجاہدین کی موجودہ کاروائیوں کا تعلق ہے تو یہاں مجاہدین کے چھ شوریٰ ہیں، اور ان کے ساتھ ایک اور ملٹری شوریٰ ہے جو ۲۹ ارکان پر مشتمل ہے اس شوریٰ کو جنگی منصوبوں کے اختیارات حاصل ہیں اور اس شوریٰ کے ۲۹ ارکان میں سے صرف ۷ ارکان کو جنگی کاروائیوں کے کنٹرول کا اختیار حاصل ہے۔

سوال: اس کے علاوہ کمانڈروں کی عمومی شوریٰ کی اور کیا سرگرمیاں ہوسکتی ہے؟

جواب: کمانڈروں کی عمومی شوریٰ کا کام کامیابی سے آگے چل رہا ہے، ہو سکتا ہے خوست کی موجودہ کاروائیوں کی نگرانی کے لئے کمانڈر شوریٰ کا ایک وفد تشریف لائے۔ یہ شوریٰ غزنی اور قندھار شہروں پر حملہ کرنے کے لئے ایک منصوبہ پر کام کر رہا ہے۔ نیز کابل پر عام اور مشترکہ حملے کا پروگرام بھی زیر غور ہے اور یہ کام انشاء اللہ موسمی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے انجام پائے گا۔

کمانڈروں کی عمومی شوریٰ کی اب یہ کوشش رہی ہے کہ کابل پر حملہ کرنے سے پہلے رسد پہنچانے کے لئے راستے ہموار کئے جائیں اور ایک مناسب وقت پر دوسرے

علاقوں سے مجاہدین کو جمع کر کے کابل پر کاروائی کی جائے۔

جہادی کاروائیوں کے لئے ایک واحد کمان کا ادارہ تشکیل دیا جائے، جہادی رہنماؤں کے صلاح مشوروں سے متفقہ طور پر ایک ایسے ادارے کی تشکیل عمل میں آجائے جو نجیب انتظامیہ کے سقوط کے فوراً بعد حالات کو اپنے قابو میں رکھ سکے تاکہ دار الحکومت کابل فتح ہونے کے بعد خود مجاہدین کے درمیان اور اسی طرح عام باشندوں کے درمیان جنگ و جدل نہ ہو اور امن و امان کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو جائے، مطلب یہ کہ کابل فتح ہونے سے قبل ہر کام کی انجام دہی کے لئے ذمہ دار اشخاص کا تعین کرنا چاہیئے تاکہ کسی ناخوشگوار واقعہ کا سد باب کیا جاسکے۔ اس مقصد کے لئے کمانڈروں کی شوریٰ مجاہدین کے اندرونی اختلافات دور کرنے، ملک میں دشمن پر بیک وقت عمومی حملہ کرنے کے سلسلے میں راستہ ہموار کرنا اور اس راہ میں نظم و نسق قائم رکھنا شوریٰ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے اور وہ اس پر مصروفِ عمل ہے۔

سوال: آخر میں امت مسلمہ کو بالعموم اور مجاہدین افغانستان کو بالخصوص اگر کوئی پیغام پہنچانا چاہتے ہوں تو.....؟

جواب: عام طور پر دنیا کے تمام مسلمانوں کو میرا پیغام یہ ہے کہ جس طرح پہلے وہ جہاد افغانستان کی حمایت اور پشتیبانی کرتے رہے اب بھی اپنی حمایت، امداد اور پشتیبانی جاری رکھیں۔ کیونکہ اب بھی کتاب اللہ اور امت مسلمہ کے اجماع کے مطابق ملحدین کے ساتھ ایسا جہاد فرض ہے جیسا کہ پہلے فرض تھا۔ مسلمانانِ عالم کو چاہیئے کہ اب بھی اس جہاد میں دلچسپی لیں اور حسب طاقت مال و قلم و زبان سے اس جہاد کی امداد اور حمایت جاری رکھیں۔

ایک اور اہم مسئلہ جو قابل ذکر و نشاندہی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور جب تک انہیں اس بارے میں اسلامی شریعت کا حکم واضح نہ ہو جائے اس وقت تک مسئلے سے متعلق موقف کا کوئی تعین نہ کریں، مثال کے طور پر چند دن

> افغان مجاہدین کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ وہ داخلی وحدت و یک جہتی کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں: حقانی

قبل مسئلہ خلیج کے متعلق دنیا کے اکثر مسلمان سیاسی جال میں پھنس گئے تھے اور مسئلہ خلیج کے بارے میں ان سے غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں، بعض لوگ کی قضاوت یہ تھی کہ گو صدام حسین حق بجانب ہے اور وہ ایک مجاہد ہے، چنانچہ انہوں نے مظاہرے کئے، عراق کے لئے خون، پیسہ اور دیگر امداد و اعانت جمع کرنے لگے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو چالیس دن کی اس قلیل مدت کے دوران جو بمباری وغیرہ کے ذریعے ظلم و زیادتیاں امریکہ نے عراق پر یا عراق نے کویت پر کیں اس ظلم و بربریت سے کہیں کم ہے جو گذشتہ دس بارہ سالوں کے دوران افغان مسلمان عوام پر روسیوں نے روا رکھی تھیں۔ ان لوگوں نے اس وقت ایسے

> خوست کے محصور شہر پر مجاہدین کی کاروائیوں کا مقصد محصور فوجیوں کو مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ —— حقانی

امت مسلمہ کو میرا پیغام یہ ہے کہ وہ پہلے کی طرح اب بھی جہاد افغانستان کی حمایت اور پشتیبانی کرتے رہے کیونکہ اب بھی ملحدین کے ساتھ جہاد فرض ہے

——— حقانی

مظاہرے کیوں نہیں کئے، افغانوں کے لئے خون کا عطیہ کیوں نہیں دیتے۔ ہم نے جہاد کے اس طویل عرصے میں نہ تو ایران میں کسی مظاہرہ کا مشاہدہ کیا اور نہ ہی پاکستان میں، اگر اس وقت وہ روسیوں کے ڈر سے خاموش رہنے پر مجبور تھے تو انہیں چاہیئے تھا کہ اب بھی خاموش رہتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صدام کے ساتھ ان لوگوں کی ہمدردی سیاسی نوعیت کی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا، اب جبکہ صدام مغلوب ہو گیا، عراق کھنڈرات میں بدل گیا اور معاشی پابندیوں کی زد میں ہے پہلے سے کہیں زیادہ اب قابل تعاون و امداد ہے۔ یہ لوگ اب اس کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ اس کی حمایت سے اب کیوں دست بردار ہو چکے ہیں،

معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ محض سیاسی جال میں پھنس گئے تھے اسی بنا پر مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ایسے مسائل میں اپنے لئے اسلامی ذمہ داری کا تعین کر کے اسلامی حکم و فیصلے کے مطابق عمل کریں۔

افغان مجاہدین کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ اس نازک و حساس مرحلے پر جبکہ ہمارا جہاد منزل کی آخری سیڑھی پر گامزن ہے۔ مجاہدین کو چاہیئے کہ وہ داخلی وحدت و یکجہتی کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں، اپنی اسلامی ذمہ داری و مکلفیت کا ادراک کرتے ہوئے دشمن کی سازشوں اور منصوبوں میں نہ آئیں۔ اور جب تک افغانستان میں تمام تر فتنہ و فساد کی جڑیں ختم نہ ہو اور وہاں اسلامی عدل و انصاف پر مبنی ایک مکمل اسلامی حکومت کا قیام عمل میں نہیں آجاتا اس وقت تک اٹھائے ہوئے بندوق اپنے کندھوں سے نہ اتاریں اور جہاد جاری رکھے۔

بقیہ: مجاہدین کے حملوں کی رپورٹ

۲۲ مارچ ۱۹۹۱ء کو مجاہدین کی کامیاب کاروائیوں کے نتیجے میں دشمن کی دیگر پانچ حفاظتی چوکیوں کو فتح کر لیا گیا۔

مجاہدین کے کامیاب حملے اب بھی جاری ہیں، محصور شہر اور خوست کے نئے ائیر پورٹ کی طرف پیش قدمی ہو رہی ہے۔ دشمن فوج کی جنگی مورال اور حوصلے پست ہوتے جا رہے ہیں۔ اور مجاہدین سے دستوں دستوں کی شکل میں جا ملنے کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق خوست ڈویژن کا کمانڈر جنرل محمد علی گزشتہ جمعرات سے لاپتہ ہو گیا ہے اور ایک خبر کے مطابق جنگ کی شدت کی وجہ سے خوست سے لوگوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔

افغانستان میں اب بھی ملحدوں کے ساتھ جہاد فرض ہے۔

(مولوی حقانی)

خوست پر مجاہدین کے حملوں کی رپورٹ

خوست کا ہوائی اڈہ اور کوکرک کی مشہور چھاؤنی فتح کر لی گئی

خوست میں موجود تمام جہادی کمانڈروں کی مشترکہ حکمت عملی کے مطابق مجاہدین نے خوست میں محصور دشمن کے فوجی مراکز اور حفاظتی پٹی پر جناب الحاج جلال الدین حقانی کے ایک جہادی مرکز اور انہی کی قیادت میں ۱۴ مارچ کو چاروں اطراف سے اپنے متحدہ حملے کا آغاز کر کے ائرپورٹ کا ریڈار سسٹم اور ریڈیو سٹیشن تباہ کر دیا۔

ایک اور اطلاع کے مطابق مجاہدین کے سکر ۲ نامی میزائل فائر کرنے سے تیل کے ڈپو میں آگ لگ گئی جس کے شعلے دور دور تک دکھائی دے رہے تھے۔

۱۶ مارچ کو مجاہدین کی کامیاب کاروائیوں کے نتیجے میں ملیزائی، میر خانکی اور ٹاپو گان نامی فوجی پوسٹیں فتح کر لی گئیں اور اسی روز کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کے دو ہیلی کاپٹر جو مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباری کر رہے تھے مار گرائے گئے نیز اس کاروائی کے دوران افسروں سمیت ۱۶ کابل فوجی ہلاک کر دیئے گئے ایک موٹر گاڑی اور ایک بکتر بند گاڑی کو عملہ سمیت تباہ کر دیا گیا۔

خوست کے جیالے اور موحد مجاہدین نے ۱۷ مارچ کو اپنی کامیاب کاروائیوں کے نتیجے میں دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچانے کے علاوہ ببرغ، لکی سرحگہ، قوماندان، شلکا، لویہ قرارگاہ اور ٹانک نامی فوجی پوسٹوں پر قبضہ کر لیا۔ مجاہدین کے اس کامیاب حملے کے دوران ۵ افسروں سمیت دشمن کے ۵۴ فوجی ہلاک کر دیئے گئے۔ ایک ٹینک ناکارہ بنا دیا گیا۔

خوست شہر میں آغاز کردہ لڑائی کے پانچویں دن یعنی ۱۸ مارچ کو مجاہدین نے دشمن کی حفاظتی پٹی توڑنے کے علاوہ دفارم باغ، نامی مشہور فوجی پوسٹ پر قبضہ کر لیا۔ اس مہم میں دشمن کا ایک کارآمد ٹینک اور مختلف قسم کا دیگر اسلحہ مجاہدین کے ہاتھ لگا۔ ۱۹ مارچ کو کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کا پرانا ائیر بیس اور توپخانہ نمبر ۶ فرنٹ فتح کر لیا گیا۔

۲۰ مارچ کو مجاہدین نے متحدہ حملہ کر کے باک، یعقوبی اور کمکیرک کی حفاظتی چوکیوں کے علاوہ دشمن کی کئی اور فوجی پوسٹوں پر قبضہ کر لیا۔ بتایا گیا ہے کہ اس روز کی کاروائی کے دوران ایک ٹینک، دو توپیں اور چار گاڑیاں غنیمت کے طور پر مجاہدین کے ہاتھ لگنے کے علاوہ مست میر خان، کوتاخ اور پیر سیگل نامی حفاظتی چوکیوں کو بھی فتح کر لیا گیا۔ ایک ٹینک تباہ اور ملیشیا کے ۱۲ افراد ہلاک کر دیئے گئے۔

۲۱ مارچ کو ۱۵ فوجیوں نے اپنے آپ کو اسلحہ سمیت مجاہدین کے حوالہ کر دیا۔ (باقی ص ۹ پر)

۳ حوت

ناقابل فراموش قربانیوں کی یاد

سید عبداللہ

ہزاروں سالہ افغان تاریخ کو چھوڑ کر اگر صرف گذشتہ تیرہ سالہ جہادی تاریخ پر نظر ڈالی جائے جو اس باحمیت اور غیرت مند قوم نے اپنے خون سے رقم کیا ہے تو غیرت، جرأت، حوصلہ اور ہمت سے بھرپور ایسے ناقابل فراموش واقعات اور داستانیں پڑھنے اور سننے کو ملیں گی جن پر رہتی دنیا تک اُن کی آئندہ نسلیں فخر کریں گی۔

افغانوں کی یہ غیرت، دلیری اور ہمت، تاریخ انسانی میں سنہرے باب کا یاد رکھی جائے گی، چنانچہ ۳ حوت ۱۳۵۸ھ ش بمطابق ۲۲ فروری ۱۹۷۹ء کو افغان دارالحکومت کابل شہر کے باسیوں کی غم انگیز اور درد بھری داستان ایسی ہی یادگار داستانوں میں سے ایک ہے۔ جس کی یاد میں افغان مہاجرین و مجاہدین دنیا کے گوشے گوشے میں یہ یوم ایک یادگار دن کے طور پر ہر سال اب بھی مناتے ہیں اور اس حوالے سے جلسے، جلوسوں اور دیگر محافل کے انعقاد کرتے ہیں۔ اس روز افغان مومن قوم کی اُن قربانیوں کی ایک بار پھر یاد تازہ کی جاتی ہے جو اس یادگار دن انہوں نے اپنے دین کی بقاء اور اپنی اسلامی سرزمین کی آزادی کی خاطر پیش کی تھیں۔

یہ اُس تاریخی یوم کی یاد ہے جس یوم کو کابل شہر کے جیالے مسلمان (معصوم بچوں، عورتوں اور بوڑھوں پر مشتمل) باشندوں نے اپنے معصوم اور پاک خون کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اللہ کے دین اور اس ملک کے اسلامی تشخص اور آزادی کی بحالی کی خاطر قربانی دے کر حملہ آور جارح، اسلام دشمن اور کمیونسٹ سپر سامراج پر یہ واضح کر دیا تھا کہ اس ملک کے غیور عوام باہر سے مسلط کردہ کسی بھی اقوام اور نظام حکومت کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں اور نہ ہی کسی سامراجی طاقت کے سامنے جھکنے کے عادی ہیں۔

گیارہ سال پہلے کے اس المناک واقعہ کی یاد میں جب افغان مہاجرین و مجاہدین اپنے مسلمان اور باشہامت عوام کی اُن قربانیوں کی یاد تازہ کرنے کے سلسلے میں محافل و مجالس منعقد کرنے لگتے ہیں تو جہاد افغانستان اور نڈر مجاہدین کی کفر شکن کارروائیوں سے بے خبر اور لاتعلق بعض لوگ ہنستے ہیں اور مجاہدین و مہاجرین کے بارے میں تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے نامناسب سوالات پوچھنے لگتے ہیں کہ کیا! مجاہدین اپنے وطن واپس جاتے ہوئے جلسے منعقد کرتے ہیں!!

جواب میں عرض ہے کہ ہاں! یہ خوشی کا دن بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے نہتے عوام نے اس دن ایک بڑا اور یادگار کارنامہ انجام دیا تھا۔

دراصل یہ اُس یادگار اور تاریخی واقعہ کی یاد تازہ کرنے کا دن ہے۔ جس دن افغان دارالحکومت کابل شہر کے مسلمان، غیور اور شمع آزادی کے پروانوں نے جارح اور غاصب روسی افواج کے خلاف نعرۂ حق بلند کرتے ہوئے بہ بانگِ دہل اپنی

اسلامی سرزمین سے غیر ملکی جارح افواج کے واپس نکلنے اور افغانستان میں غیروں کی وساطت سے افغان مسلمان عوام پر مسلط کردہ دہری نظام حکومت ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے عمومی مظاہرہ کیا تھا۔ جس کی پاداش میں جارح افواج کی طرف سے مومن اور غیرتی افغان قوم پر گولے برسائے گئے۔ ٹینکوں اور بکتربند گاڑیوں سے نہتے مظاہرین پر گولوں کی بارش کر کے بے شمار افراد شہید اور سینکڑوں ہزاروں افراد پابند سلاسل کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ اس روز شیر خوار بچے اور اسکول کے لاتعلق طالب علم بھی روسی افواج کی درندگی اور سفاکی سے محفوظ نہ رہ سکے۔

نوجوانوں، بوڑھوں، اور باعفت عورتوں نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے دشمن کو اپنی سرزمین پر اپنی مرضی کے مطابق من مانی حکم چلانے نہیں دیا۔

یہ ۲۲ فروری ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب کا واقعہ ہے۔ یوں تو اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی کابل شہر چھوٹے بڑے واقعات کا شاہد تھا اور ہے، لیکن اس رات جس ایمانداری غیرت اور مردانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کابل شہر کے غیور عوام نے اپنے سروں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر تا بہ دندان مسلح روسی حملہ آور افواج کے بے رحم گولیوں کے سامنے اپنے پاک سینوں کو سپر بنا کر ان کے خلاف اپنی آزادی کی خاطر حق کا جو نعرہ بلند کیا تھا اس کے صلے میں وحشیوں اور ظالموں نے انہیں اپنی ظلم و وحشت کا نشانہ بنایا تھا، کابل شہر کے جیالے باشندوں کی غیرت و ہمت کا ایک ایسا واقعہ ہے۔ جسے تاریخ میں سنہرے الفاظ میں لکھا جائے گا اور اس کی یاد تازہ اور باقی رہے گی۔

رات کی تاریکیوں میں کابل شہر کے ہر در و بام سے (اللہ اکبر) کے ملکوتی نعرے فضاء میں گونج اٹھے۔ ہر طرف سے ایک ہی نعرہ سننے میں آرہا تھا اور وہ نعرہ اللہ اکبر ہی کا تھا۔ ساتھ ہی روس مردہ باد، اسلام زندہ باد اور سرخ فوجیو! ہمارے پاک اسلامی سرزمین سے نکل جاؤ کے نعرے بھی سنائے دے رہے تھے۔

ساری رات انتہائی اسلامی جوش و جذبے کے ساتھ کابل شہر کے غیور عوام نے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں اور روسی غاصب افواج اور ان کے ایجنٹوں کے خلاف نعرے بازی کا کرتے ہوئے جاگ کر گزاری اور اگلے روز نماز فجر کے فوراً بعد تمام شہری جن مرد و زن، بوڑھے اور جوان، سکول، کالج اور مدرسوں کے چھوٹے بڑے طالب علم، تاجروں، دکانداروں دفتروں میں کام کرنے والے سرکاری نیم سرکاری اور پرائیویٹ ملازم، مختصر یہ کہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے اپنے گھروں سے نہتے ہاتھوں جارح افواج کے خلاف مظاہرے کے ذریعے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرنے کے لیئے نکلے اور دشمن گولوں کے آگے سینہ سپر ہو کر میدان جہاد و شہادت میں کود پڑے۔ اور شہداء کی لاشوں سے دشمن کے آگے بند باندھتے رہے۔ کیونکہ ساری رات نعرۂ تکبیر کے فلک شگاف نعروں کے جواب میں روسی فوجی دستے شہر کی تمام سڑکوں اور چوراہوں پہ پہلے ہی سے مورچہ زن بیٹھے تھے اس عمومی مظاہرے میں شہر کے ہر گلی، کوچے اور کونے سے لوگ سڑکوں پہ نکلتے رہے۔ پورا شہر ایک مظاہرہ گاہ میں بدل چکا تھا۔ اور ہر جگہ پہ بازار و کوچہ میں جارح فوجیں گولے برساتے رہے، چنانچہ پورے شہر پہ مشتمل مظاہرہ گاہ ایک اجتماعی رزم گاہ اور قتل گاہ میں بھی تبدیل ہو چکا تھا، ہر طرف آزادی کی فصل کو شہداء کے خون سے آبیاری کی جارہی تھی۔ روسی افواج نے نہتے شہریوں پر ایسے مظالم ڈھائے کہ پورے شہر میں قیامت صغریٰ کا سماں تھا، روسی افواج نے معصوم بچوں اور عمر رسیدہ بزرگوں کو بھی معاف نہیں کیا نونہالاں اور سکول کے طالب علموں کو بکتربند گاڑیوں اور ٹینکوں سے روند ڈالا۔ تین ہزار سے زائد بے گناہ لوگ شہید کر دیئے گئے، خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ مختصر یہ کہ روسی درندوں اور انکے پالے ہوئے افغانی کتوں نے مسلمان اور مجاہد عوام کسی قسم کا رحم گوارا نہ کیا۔ اُن پر گولے برسائے گئے اور بے پناہ مظالم

(باقی صلا۲ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین

افغان مجاہد کمانڈروں کی عمومی شوریٰ کی دعوت کمیٹی کا مشترکہ اعلامیہ

افغان مجاہدین کی عمومی شوریٰ کے ۲۲ جون ۱۹۹۰ء کو اندرون افغانستان منعقدہ اجلاس کے فیصلوں کے عین مطابق عمومی شوریٰ کی دعوت کمیٹی کے وفد نے ۱۷ فروری ۱۹۹۱ء سے ۲۴ فروری ۱۹۹۱ء تک جنوب غرب حوزہ کے کمانڈروں، علماء اور مختلف اقوام کے بزرگوں کے ساتھ گفت وشنید افہام وتفہیم پیدا کرنے کے لیے کوئٹہ کا آٹھ روزہ دورہ کیا، اس دورے کے دوران وفد نے جنوب غرب حوزہ کے ڈھائی سو سے زیادہ کمانڈروں، علماء اور قومی راہنماؤں سے مذاکرات کیے اور صلاح مشورے کے بعد مندرجہ ذیل امور پہ اتفاق رائے اختیار کیا گیا۔

الف :۔ ایک چالیس رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جو مجاہدین کی عسکری اور امن وتحفظ کی کاروائیوں کو ہم آہنگ ومضبوط کرنے کی کوشش کرے تاکہ ملحد رژیم کے خاتمے اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے راہ ہموار کی جا سکے۔

ب :۔ کمیٹی کے اجلاسوں اور دفتری کاموں کو آگے بڑھانے کے لیے ایک نمائندہ دفتر قائم کیا گیا جس نے کام شروع کر دیا۔

ج :۔ عسکری اور امنیتی امور کے تنظیم اور ہم آہنگی کے لیے افیصلہ شدہ حکمت عملی کے تحت تین مختلف حوزوں میں بھیجنے کے لیے وفود کا تعین کیا گیا تاکہ وہ کمانڈروں کو دعوت دیں اور ان کی مفاہمت سے حوزوں کی تشکیلات اور امن وعسکری امور کے اشتراک اور منظم پروگراموں کے حوالے سے لازمی منصوبے تیار کریں۔

د :۔ ہر وہ منصوبہ اور پیش رفت جو افغان جہاد کے قائدین کی حمایت اور افغان مسلمان ملت کے براہ راست ارادے کے برعکس افغان کے حل کے سلسلے میں کوئی بھی مسلط کردہ منصوبہ افغان مجاہد کمانڈروں کے مطابق افغان مسلمان مجاہد ملت کا حق خودارادیت سلب کرنے کے مترادف اور افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے۔

ھ :۔ شوریٰ کھل کر یہ اعلان کرتی ہے کہ اس شوریٰ کا مقصد عسکری سرگرمیوں کو منظم ومربوط کرنا ہے۔ اور یہ جہادی قائدین اور کمانڈروں کے درمیان خلیج اور دوری پیدا کرنا ہرگز نہیں، کیونکہ یہ دونوں افغان جہاد کے لازمی جز اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہونے والے اجزاء ہیں۔

ومن اللہ التوفیق

افغانستان کے مجاہد کمانڈروں کی عمومی شوریٰ

کابل دگرگوں ہے

تجزیاتی رپورٹ :۔ سلطان صدیقی

افغان دارالحکومت کابل شہر کی حالت روز بروز دگرگوں ہوتی جارہی ہے، قیمتیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اشیاء ضرورت کی کم یابی کی وجہ سے قحط کی سی صورت حال ہے، جبکہ سرکاری گوداموں میں موجودہ اشیاء صرف مخصوص سرکاری اہل کاروں کو "مخصوص کارڈوں" اور اجازت ناموں و پرمٹوں پر محدود مقدار میں مہیا کی جارہی ہے۔ ساتھ ہی خود حکمران پارٹی کے مختلف دھڑوں میں کشمکش عروج پر ہے۔

افغان مجاہدین کے ایک اخبار "شہادت" نے ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ کابل حکومت کے وزیر اعظم سلطان علی کشتمند کے فرار ہونے کے بعد ان کے ساتھیوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی ہے، کشتمند علاج کے بہانے کابل سے سترہ ہزار ڈالر کا زرمبادلہ اور قیمتی اشیاء پر ہاتھ صاف کر کے روس فرار ہوئے تھے، جہاں ماسکو میں علاج کے بجائے وہ اپنے دو روسی دامادوں کے لیے سرگرداں رہے جو ان کی بیٹیوں کو چھوڑ کر جرمنی فرار ہو گئے تھے۔ سلطان علی کشتمند اپنی بیٹیوں کو لے کر آسٹریلیا لے گئے اور انہیں سیاسی پناہ دلوا کر خود دامادوں کو ڈھونڈتے جرمنی گئے۔ ادھر ان کے فرار ہونے کے بعد کابل میں ان کے علاقے ہزارہ جات سے تعلق رکھنے والے سرکاری عہدے داروں کی گرفتاریاں جاری ہیں۔ اطلاعات کے مطابق ان گرفتاریوں سے بچنے کے لیے سلطان علی کشتمند کے ساتھی اور حامی یا اس کے علاقے سے تعلق رکھنے والے سرکاری اہل کار بھی اب جان بچانے کے لیے کابل شہر سے فرار ہو رہے ہیں۔

انڈلنس افغان پریس، کی رپورٹوں کے مطابق کابل حکومت کے سربراہ ڈاکٹر نجیب کی بھی بغاوت یا اندرونی طور پر مخالفانہ کارروائیوں سے نمٹنے کے لیے سوچ بچار اور اقدامات میں مصروف ہیں، کابل میں دس برس کی جنگ کے دوران معذور ہونے والے فوجیوں کی طرف سے مہنگائی، غربت، قحط اور اشیاء ضرورت کی عدم دستیابی کے خلاف کیے گئے مظاہرے کو نجیب کے حامی خصوصی دستوں "گارڈ خاص" نے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں سے کارروائی کر کے ختم کرادیا، کابل کے شہریوں میں آج کل "بغاوت کے جراثیم" پھیلانے کے "جرم" میں سازش کے سرغنہ سابق افغان صدر ببرک کارمل کے بھائی اور نائب صدر محمود بریالی کو کابل کے منظر سے ہٹانے کے لیے نائب صدر کے عہدے سے ہٹا کر نئی دہلی میں سفیر مقرر کر دیا گیا ہے، جو نائب صدارت کا عہدہ چھوڑ کر ایک اطلاعات کے مطابق رو پوش ہو چکے ہیں اور کابل کے شہریوں اور فوج و سول حکام میں اپنے حامیوں اور نجیب مخالف لوگوں کو منظم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں، تاہم نجیب حکومت نے اس کا راستہ روکنے اور کسی ممکنہ انقلاب کی راہ بند کرنے کے لیے حکمران پارٹی کے خلق اور پرچم دونوں دھڑوں سے تعلق رکھنے والے سول افراد

سے اسلحہ جمع کرنے کا کام شروع کر دیا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ حکمران پارٹی سے تعلق رکھنے والے یہ مسلح افراد جنہیں مجاہدین کی سرگرمیاں روکنے اور ان کے حملوں کا جواب دینے کے لیے مسلح کیا گیا تھا۔ اس اسلحہ کے زور پہ کابل کے عام شہریوں کو دہشت زدہ کر رہے ہیں اور ہر طرف لوٹ مار، ڈاکہ زنی، چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں ہو رہی ہیں، حکمران پارٹی کے کچھ اعلیٰ عہدیدار لوٹ مار کے ساتھ ساتھ اپنی جنسی خواہشات کی زبردستی تکمیل کے لیے بھی یہی اسلحہ کام میں لا رہے ہیں ان تمام وارداتوں کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے لیے ان سے بچنا بھی محال ہے اور ساتھ ہی ان کے لیے روٹی کا حصول بھی انتہائی اہم اور بڑا مسئلہ بن گیا ہے کھلے عام روٹی اور نان اب دستیاب بھی دستیاب نہیں ہو رہا۔ نجیب حکومت کے ایک فیصلے کے مطابق دو سے دس افراد تک کے خاندان کو ایک وقت میں دس نان فراہم کئے جاتے ہیں، لیکن نچلے طبقے کے سرکاری اہل کار اس میں دھاندلی کرتے ہیں اور نان فراہم کرنے کے لیے رشوتیں طلب کر رہے ہیں ۔

اس تمام تر نازک صورت حال میں روس کے اہم سرکاری خبر رساں ادارے "نووستی" نے کابل سے اپنی ایک رپورٹ میں دارالحکومت کے سیاسی موسم میں تبدیلی کے آثار دکھائی دینے کا ذکر کیا ہے ۔ رپورٹ کے مطابق وطن پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے حالیہ اجلاس میں پارٹی کے نشانات تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، پارٹی کا پرچم سرخ کی بجائے نیروزی کر دیا گیا ہے ۔ اور دانے دار پہیئے میں گندم کی بالی کا نشان بھی تبدیل کر دیا گیا ہے ۔

صدر نجیب کی طرف سے جو انتظامی احکامات جاری کئے گئے ہیں، ان کے مطابق سرکاری ملازمین کی سالانہ ترقی اپریل کے انقلاب ثور کی سالگرہ کی بجائے ۱۹ اگست سے ہوا کرے

اگر مجاہدین متحد ہوتے تو کابل حکومت کب کی ختم ہو چکی ہوتی : الحاج حقانی

گی جو افغانستان کا یوم استقلال ہے ۔ "نووستی" کے مطابق ایک اور صدارتی حکم نامے کے تحت نئے میڈل تیار کئے جائیں گے ۔ جن پر معروف افغان عوامی نمائندوں امان اللہ خان اور جمال الدین افغانی کی تصویر کندہ ہوگی ...

ادھر عالمی ذرائع ابلاغ میں چھپنے والی رپورٹوں کے مطابق روس اب افغان مسئلہ کے حل میں کابل حکومت کے سربراہ ڈاکٹر نجیب کی موجودگی پر زور نہیں دے رہا، تاہم وہ سابقہ "پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی آف افغانستان" کی نئی شکل "وطن پارٹی" کو مستقبل کے انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت پر زور دے رہا ہے ۔ اور اس مقصد کے لیے وطن پارٹی کو مجاہدین کے لیے قابل قبول بنانے اور اس کی کمیونسٹ صفات کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے

جہاں تک مجاہدین کی بات ہے وہ نہ تو کمیونسٹ حکمرانوں کو قبول کرنے کیلئے تیار ہیں اور نہ ہی ان کی پارٹی کو یہی وجہ ہے کہ روس کو اپنی نئی تجویز پہ پذیرائی نہیں ملی، مجاہدین افغان مسئلے کا واحد حل منظم مربوط اور شدید مسلح جدوجہد میں ڈھونڈ رہے ہیں اور اسی مقصد کے حصول کے لیے کمانڈروں کی عمومی شوریٰ بھی بنی ہے، کابل، قندہار، زابل، خوست وغیرہ پہ متحدہ حملوں کی منصوبہ بندیاں بھی ہو رہی ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ نجیب اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں انجام کو پہنچتا ہے، جیسا کہ کوششیں جا رہی ہیں، یا پھر مجاہدین ہی اس کو زیر کرتے ہیں، ویسے نجیب، اس کے حکمران ٹولے اور وطن پارٹی سمیت سب کی خیر اسی میں ہے کہ نجیب اور اس کے ساتھی مجاہدین کے بار بار اعلان کردہ عمومی عفو کے اعلان سے فائدہ اٹھائیں اور اقتدار مجاہدین کے حوالے کر کے افغان قوم کو مزید خون خرابے اور تباہی سے بچا دے ۔

ماہِ صیام اور اس کی فضیلت

تحریر: سجاد گل پشاور

رمضان المبارک کا مہینہ ایک ایسا مقدس مہینہ ہے جس میں ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو توبہ کرنے سے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے، اس مہینے کی برکات اتنی زیادہ ہے کہ انسان ہر برائی سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے، حضرت سلمان رضی کہتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ ایسا آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے۔ بہت مبارک مہینہ ہے اور اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کا باعث بنایا ہے۔

یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اس مہینہ میں لوگوں کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص روزہ دار کا روزہ افطار کرائے روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ہو گا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کو فرض کیا اور اس کے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانے کے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا۔ کہ اس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہے اور اس کے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ۷۰ فرائض کے برابر ہے۔

رمضان کا مہینہ بہت مقدس ہے۔

اس مہینے کی مقبولیت کا اندازہ اسی امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں، قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا، وہاں سے حسب موقع تھوڑا تھوڑا تیئس سال کے عرصے میں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے اسی ماہ کی یکم یا ۳ تاریخ کو نازل ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور ۱۸ یا ۱۲ رمضان حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت ۶ رمضان المبارک کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل ۱۲ یا ۱۳ رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ماہ کو کلام الٰہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔

اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینے میں منقول ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان المبارک میں تمام قرآن شریف نبی کریم کو سنایا کرتے تھے۔

رمضان المبارک کی جہاں اور فضیلتیں ہیں وہاں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے، جو صبر کرتا ہے خدا اسے اس کا اجر دیتا ہے۔

ارشادِ نبوی ہے کہ یہ صبر کا مہینہ ہے اگر روزہ وغیرہ میں کچھ تکلیف ہو تو اسے ذوق و شوق سے برداشت کرنا چاہیئے۔ اس کو مصیبت اور آفت نہیں سمجھنا چاہیئے۔

رمضان کے اس مقدس مہینے میں غرباء و مساکین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کہ غرباء و مساکین کی جس قدر ممکن ہو سکے مدد کرو، کیونکہ وہ بہرحال اسکے مستحق ہیں۔

رمضان المبارک کا پہلا عشرہ باعث رحمت ہے اور یہ رحمت مسلمانوں کے لیے ہوتی ہے اور جو مسلمان ہر موقع پر خداوند کریم کا شکر ادا کرتے ہیں، ان کے لیے رحمت میں اضافہ ہوتا ہے، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ

رمضان کا دوسرا عشرہ باعث مغفرت کہلاتا ہے، یعنی ہر وہ شخص جو خداوند کریم سے گڑگڑا کر دعا مانگے گا، اپنے گناہوں پر شرمندگی ظاہر کرے گا، خداوند کریم ایسے افراد کی مغفرت فرماتا ہے اور انہیں دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: کہ میری امت کو رمضان المبارک کے بارے میں ۵ چیزیں خصوصی طور پر دی گئی ہیں جو کہ پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں۔

(۱) یہ کہ انکے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲) ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

(۳) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ میرے بندے دنیا کی مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں گے۔

(۴) شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ، یہ شب مغفرت شب قدر ہے، فرمایا نہیں بلکہ دستور ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔

> رمضان المبارک کے اس مقدس مہینے میں غرباء و مساکین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ وہ پانچ انعام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے مخصوص کئے ہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ پاک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتا ہے خطاؤں کو معاف فرماتا ہے۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ، بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہ جاتا ہے۔

رمضان المبارک کے مہینے میں ہر مسلمان کے لیے شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دعا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے۔ جس کی دعا کی یا اس کے بدلے میں کوئی برائی مصیبت اس سے ہٹا دی جاتی ہے۔ یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصے میں لگا دیا جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ بندے کو بلا کر ارشاد فرمائے گا کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا، تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی۔ وہ عرض کرے

گا ۔ مانگی گئی، اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو ۔ تو نے فلاں دعا مانگی تھی کہ فلاں تکلیف مٹا دی جائے ، میں نے اُس کو دنیا میں پورا کر دیا اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لیے دعا کی تھی ۔ مگر اس کا اثر تجھے معلوم نہیں ہوا ، میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب اب تیرے لیے متعین کیا ہے ۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو ہر دعا یاد کرائی جائے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جائے گا ، اس اجر و ثواب کی کثرت دیکھ کر بندہ اس کی تمنا کرے گا ، کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی ۔

کہ یہاں اس کا اجر ملتا ، غرض دعا نہایت اہم چیز ہے ۔ دعا کے بعد ایک اہم چیز نگاہ ہے کہ نگاہ کی حفاظت کی جائے ، خاص طور پر رمضان میں تو اس کی بہت سختی سے حفاظت کی تلقین کی گئی ہے ، کیونکہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے بچا رہے ، اللہ تعالیٰ اس کو ایسا نورِ ایمانی نصیب فرماتا ہے ۔ جس کی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے ۔

دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے ، جھوٹ چغل خوری لغو بکواس ، غیبت ، بدگوئی ، بدکلامی

رمضان المبارک میں ہر مسلمان کے لیے شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے

جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں ۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے ۔ اس لیے روزہ دار کو چاہئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات یا جھگڑا وغیرہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو یہ کہہ دے کہ میرا روزہ ہے ۔ یعنی دوسرے کی ابتدا کرنے پر بھی اس سے نہ اُلجھے ۔ اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے ۔ اگر بیوقوف یا نا سمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا لے کہ تیرا روزہ ہے ۔ تجھے ایسی لغویات کا جواب دینا مناسب نہیں ، بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ ان چیزوں سے دور رہیں ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا ، روزہ میں ان کو اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی ، ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں ، صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اُن کے پاس بھیجا اور دونوں کو اسی میں قے کرنے کا حکم فرمایا ، دونوں نے قے کی ، تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا ، لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کہ انہوں نے حق تعالیٰ کی حلال روزی سے روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا ، کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں ، اسی طرح اور گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا چیز ہے ؟" تو آپ نے فرمایا " کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اُسے ناگوار گزرے ۔

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر ہے جو بہت ہی بابرکت اور خیر کی رات ہے ، کلام پاک میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا گیا ہے ، ہزار مہینے کے ۸۳ برس چار ماہ ہوتے ہیں ، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے ، گویا ۸۳ برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گزار دیا ۔ شب قدر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا انعام ہے ۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانانِ عالم اس ماہ کی برکتوں اور نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کی کوشش کریں ۔

احمد شاہ ((وحدت))
Ahmad Shah (Vahdat)
A. K. P. O.

اکیسویں صدی

نیا عالمی نظام

تجزیہ و تبصرہ: سلطان صدیقی

امریکہ کے سابق وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر نے "نیا عالمی نظام" سے متعلق امریکی صدر بش کے تصور پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے اُسے ناقابلِ عمل قرار دیا ہے۔

واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں انہوں نے کہا ہے کہ میں خلیجی جنگ کے لیے اتحاد بنانے پر صدر بش کی مہارت پر انہیں داد دیتا ہوں۔ لیکن صدر بش کے بیان کردہ اصولوں پر مبنی ایک نیا عالمی نظام کا قیام ناممکن ہے۔ مسٹر کسنجر نے کہا کہ امریکہ کے پالیسی سازوں کو یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ امریکہ کی توقعات کے مطابق نیا عالمی نظام کا قیام ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جہاں عالمی برادری کا جذبہ نہیں وہاں امریکہ زبردستی یہ نظام مسلط نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح امریکی تسلط پائیدار نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ "طاقت کی برادری" کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ انہیں لیگ آف نیشنز اور اقوام متحدہ نے مایوس کر دیا ہے۔

یاد رہے کہ امریکی صدر بش اپنی حالیہ تقریروں میں بار بار "نیا عالمی نظام" کا حوالہ دے رہے ہیں۔ ۲۵ فروری کو اپنی تقریر میں امریکی صدر نے کہا تھا کہ خلیج کی جنگ میں کامیابی سے اجتماعی سلامتی اور قانون کی حکمرانی کے اصولوں پر مبنی ایک "نیا عالمی نظام" تشکیل دینے میں مدد ملے گی۔

اکیسویں صدی میں دنیا کو دیا جانے والا یا دنیا پر مسلط کیا جانے والا امریکہ کا یہ "نیا عالمی نظام" کیا ہے اس کے بارے میں تفصیلات فراہم نہیں کی جا رہی ہیں تاہم کچھ عرصہ قبل قیامِ امن اور تخفیف اسلحہ کی باتیں زور و شور سے ہو رہی تھیں اور روس امریکہ میں اسلحہ میں کمی اور انہیں ضائع کرنے کے معاہدے ہو رہے تھے۔ جب سے یہ تاثر مل رہا ہے کہ شاید اگلی صدی میں متعارف کیا جانے والا "نیا عالمی نظام" امن کا نظام ہوگا اور اگلی صدی امن کی صدی ہوگی۔

لیکن کویت پر جارحانہ قبضہ کرنے والے عراق کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادی افواج کی کارروائیوں کی روشنی میں "نیا عالمی نظام" کا تجزیہ کرنے والے اسے شک و شبہے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسے بین الاقوامی سطح پر غنڈہ گردی اور جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا نظام قرار دے رہے ہیں۔

یقیناً کویت پر عراقی جارحیت ہر لحاظ سے جارحیت اور ایک ناپسندیدہ اقدام تھا اور پوری دنیا کے مسلمانوں اور آزاد اقوام نے اس کی نہ صرف مذمت کی بلکہ ہٹ دھرم عراقی صدر صدام حسین سے مطالبے بھی کئے کہ وہ کویت کی آزادی کو بحال کر دے۔ اس سلسلے میں اسلامی ممالک کے حکمرانوں، راہنماؤں اور اسلامی تحریکوں نے مسئلے کو پُرامن طور پر حل کرنے اور کویت سے عراقی قبضہ ختم کرنے کی کوششیں کیں لیکن اس قسم کی کوششوں کو کامیابی تک پہنچانے کے لیے وقت دینے کی بجائے

امریکہ نے جس تیزی سے اتحادی ممالک کو شامل ملاکر اور اقوام متحدہ سے اجازت نامہ لے کر حملہ کرنے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں سے تجاوز کرنے میں جو عجلت دکھائی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکی صدر بش کی طرف سے اگلی صدی کے لیے متعارف کیا جانے والا "نیا عالمی نظام" کیا ہوگا۔ ؟

جماعت اسلامی پاکستان کے امیر سینیٹر قاضی حسین احمد کا کہنا ہے کہ امریکہ کا سرمایہ دارانہ نظام پہلے ہی ناکام ہو چکا ہے اور اس کی ناکامی کی وجہ سے کیمونزم نے جنم لیا تھا۔ اب کیمونزم بھی ناکام ہو گیا ہے اور افغانستان میں افغان مجاہدین کے ہاتھوں روسیوں کی شکست سے پوری دنیا سے پسپائی پر مجبور ہوا۔ امریکہ کے پاس سرے سے کوئی نظام ہی نہیں۔ اور مغربی معاشرہ، بے حیائی اور آزادی خیال کے سوا کچھ نہیں۔ جس میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں نہ ہی اسے احترام، عزت، عظمت، عصمت اور عفت کا کوئی مقام حاصل ہے۔ اس لیے امریکہ جو خود کسی نظام سے محروم ہے دنیا کو کیا نظام دے سکتا ہے۔ سوائے ظلم و زیادتی، ناانصافی اور زور طاقت دوسروں کو اپنا غلام و محکوم بنانے کے۔ قاضی حسین احمد کا کہنا ہے کہ امریکہ کو اب چونکہ روس سے کوئی خطرہ نہیں رہا۔ اور روس اس کی بالادستی قبول و تسلیم کر چکا ہے۔ اب امریکہ صرف اور صرف اسلام کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے۔ اس لیے "نیا عالمی نظام" بطور خاص مسلمانان عالم کو محکوم کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

"نئے عالمی نظام" کے بارے میں جناب قاضی حسین احمد کے خیالات درست ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ آئندہ وقت کرے گا۔ تاہم یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ انسانوں کو اللہ یعنی ان کے خالق کی طرف سے دیا جانے والا بہترین نظام اسلام ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والا آخری الہامی کتاب قرآن کریم ہی دنیا کے لیے بہترین قانون و ضابطہ ہے۔ دنیا کا بہترین نظام اور ضابطہ اخلاق اسلام، چونکہ مسلمانوں کا دین و مذہب ہے اور رہتی دنیا کے لیے بھی اللہ کی طرف سے کوئی دوسرا نظام ضابطہ وغیرہ نہیں آئے گا اور اسی اسلام کو مسلمانوں نے اپنے زندگیوں پر نافذ کر کے پوری انسانیت کی امامت و قیادت کرنی ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے امت وسط کا فریضہ ہے اسی لیے روس ہو یا امریکہ اسرائیل ہو یا برطانیہ، ہندو ہو یا بدھ مت یا کوئی اور غیر مسلم مملکت یا قوم سب اسلام کو ہی اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور قرآن کے مطابق مسلمانوں کے خلاف یہ سب آپس میں مخالف ہونے کے باوجود ایک صف اور ایک امت ہیں اور ان کی کوششیں مشترکہ طور پر مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف فلسطین کے مسلمانوں کیخلاف اسرائیلی ظلم و بربریت، کشمیری مسلمانوں کے خلاف بھارتی ظلم و زیادتی اور وسطی ایشیا، افغانستان کے مسلمانوں کے خلاف روسی مظالم روکنے اور ان کا ازالہ کرنے کے لیے غیر مسلم طاقتوں کی ویٹو پاور کے زیر اثر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی کسی قرارداد پر تو کوئی عمل نہیں ہوتا، لیکن عراق کے خلاف دنوں میں کارروائی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح عراق کے خلاف اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں منظور ہونے والی قرارداد میں عراق کے قریبی دوست اور عربی اور بعث پارٹی و صدر صدام حسین کی سرپرست روس کے دستخط اور قرارداد کو ویٹو کرنے کا اقدام، ساتھ ہی عراق کے دوسرے قریبی دوست بھارت کی طرف سے امریکی طیاروں کو ایندھن کی فراہمی نے یہ ثابت کر دیا کہ اہل کفر سب ایک ہیں اور مسلمان خواہ وہ صدر صدام کی طرح ان کا نظریاتی حامی ہی کیوں نہ ہو ضرورت کے وقت اس کی حمایت و امداد کی بجائے وہ اس کی ٹانگ کھینچتے ہیں۔
چنانچہ مسلمانان عالم کو یہ بات سامنے رکھتے ہوئے اور قرآنی ہدایت کی روشنی میں باہمی اختلافات کو آپس میں مل بیٹھ کر ختم کر کے ان کا کوئی حل نکالنے اور باہمی اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور خلیج سے کرائے کے

اتحادی افواج کو اب واپس بھیج دینا چاہیئے ۔
اور حالیہ افسوس ناک خلیجی واقعہ جیسے واقعات سے
مستقبل میں نمٹنے اور صدام کی طرح حدود و
قواعد اور ضوابط سے نکلنے والوں کو راہ راست
پر لانے کے لیے عالم اسلام کی ایک مشترکہ افواج
تشکیل دی جانی چاہیئے اور امریکہ یا کوئی اور خواہ
کسی بھی نئے عالمی نظام کے نفاذ کے لیے کیوں
نہ کوشش کریں، مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرتے
ہوئے کسی اور کا نظام قبول کرنے کی بجائے
اگلی صدی کو اسلام کی صدی میں تبدیل کرنے کی
کوششیں کرنی چاہئیں ۔

بقیہ :۔ ۳ حوت

ڈھائے ۔ مگر باایمان افغان قوم کے حوصلوں
اور ارادوں میں کمی نہ لاسکے ، ان کے حوصلے مزید
بڑھے اور انہوں نے جرأت و پامردی اور ثابت
قدمی سے ان درندوں کا مقابلہ کیا ۔

روسی سامراج کی اس سفاکی و درندگی
سے تو کابل شہر کے جیالے عوام کو بے پناہ
جانی و مالی نقصانات اٹھانا پڑے ۔ لیکن اس
سے ان کے اسلامی جذبات اللہ ﷻ کی نصرت و
مدد پر بھروسے ، مذہب عقیدے میں اور
ایمان میں مزید مضبوطی آئی ، انہوں نے یہ
حقیقت ثابت کر دکھائی کہ توپوں، ٹینکوں اور
دیگر جدید اسلحہ سے کسی قوم کے نظریات مسخ اور
آزادی غصب نہیں کی جاسکتی، خود دار اور زندہ
قومیں مر تو سکتی ہیں مگر کسی جابر ، غاصب اور
حملہ آور قوت کے سامنے انکی گردنیں جھک نہیں
سکتی ۔

۳ حوت کو افغانستان کے حریت پسند
اور غیور عوام نے ایک بار پھر روسی سامراج کے
غاصب فوجیوں پر واضح کر دیا کہ افغانستان افغان
شاہینوں کا آشیانہ ہے اور وہ یہاں روسی سرخ
سامراج کی وحشی ظالم فوجوں کو قدم جمانے اور انہیں
افغانستان کی اسلامی سرزمین پر راج اور حکمرانی
چلانے کی کسی صورت میں اجازت نہیں دینگے ۔
یہ افغانوں کا ملک ہے اور افغان ہی یہاں راج
کرنے کے حقدار ہیں ۔

بقیہ :۔ اداریہ

ان کارروائیوں
کے دوران جو ۱۴ مارچ سے شروع ہوئیں،
اور تاحال جاری ہیں ، قابل قدر کامیابی
جو مجاہدین کو حاصل ہوئی ہے ۔ اور جس نے
سابقہ حملوں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے ۔ وہ
"فارم" نامی مشہور جگہ پر مجاہدین کا قبضہ ہے ۔
فارم کا علاقہ سوق الجیشی اور فوجی
حکمت عملی کی بناء پر خاص اہمیت کا حامل ہے
اطلاع کے مطابق فارم پر مجاہدین کے قبضہ
کے بعد خوست میں محصور نجیب فوجیوں کے
حوصلے پست ہو چکے ہیں اور کابل فوجی فرار
ہونے یا مجاہدین سے جا ملنے کا راستہ ڈھونڈ
رہے ہیں ۔

اس کے علاوہ مجاہدین کے سکربیت
نامی میزائلوں کی زد میں آکر افسروں سمیت
کئی فوجی ہلاک ہو گئے ، خوست ہوائی اڈے کا
ریڈار سسٹم اور ریڈیو اسٹیشن ناکارہ بنا دیا گیا
ہے اور کئی مکانات سمیت فوجی تنصیبات کا
نقصان پہنچایا گیا ہے ، جنگ جاری ہے
اور مزید تفصیلات کا انتظار ہے ۔
اب دار الحکومت کابل کو فتح کرنے میں
انشاء اللہ زیادہ وقت نہیں لگے گا ۔ کیونکہ
مجاہدین کی منظم کارروائیاں آیندہ کامیابی
کی روشن امید ہیں ۔

خوست محاذ میں جہادی قوتوں کے
نڈر اور جیالے مجاہدین کی مشترکہ کارروائیاں
جلال آباد کی طرح غیر منظم اور منتشر کارروائیاں
نہیں ، جس کا نتیجہ دشمن کے حق میں نکلا ۔ بلکہ
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جہادی کمانڈروں
کی عمومی شوریٰ کی جدوجہد سے جہادی قوتیں
اب اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ انتہائی منظم و مربوط
کارروائیوں کے بغیر دشمن پر غلبہ حاصل کرنا
ممکن نہیں ۔ اس لیے اب کامیابی کا وقت قریب
اور یقینی ہو گیا ہے اور انشاء اللہ مجاہدین راہ
حق خوست کے بعد گردیز، لوگر اور کابل فتح
کر کے دم لیں گے (انشاء اللہ)

تحریر: سید عبداللہ

24 حوت
شہداء کی یاد

ٹھیک ۱۳ سال قبل جب افغانستان کی اسلامی سرزمین پر قطبی ریچھوں کے ایماء پر داخلی وطن فروشوں کے ذریعے مومن اور جری افغان قوم کے ارادوں اور عقیدوں کے خلاف دہری کفری اور کمیونسٹ نظام مسلط ہونے لگا اور افغانستان کے غیور کفر شکن اور بت شکن عوام کی غیرت کو چیلنج کر کے للکارا گیا تو تاریخ کے طویل اور مختلف ادوار کے کٹھن آزمائشوں سے ہمیشہ کامیاب نکلنے والے افغان مسلمان عوام نے ایک بار پھر زمانے کی ایک اور انتہائی مشکل آزمائش و ابتلاء کی پروا کئے بغیر اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھنے عقیدے کے تحفظ اور آزادی کی خاطر کفن باندھ کر سر ہتھیلیوں پر رکھ کر اپنا تن من دھن داؤ پر لگاتے ہوئے دنیا کی ایک سپر طاقتی طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے اور اس کا طلسم توڑنے کے لئے میدان کارزار میں کود پڑے

تاریخ گواہ ہے کہ افغانی سپوتوں نے ہر آڑے وقت میں اپنے عقیدے اور مادر وطن کے گلشن کی آبیاری کے لئے اپنے پاک لہو کی ندیاں بہا کر اسے سیراب کیا ہے۔ جان و مال، دنیوی مال و متاع اور ہر قسم کی دیگر قربانی دینے کے لئے ہر وقت چوکس و تیار رہے ہیں لیکن اپنی ایمانی اور افغانی غیرت پر کبھی آنچ نہیں آنے دیا ہے۔

۱۹۷۸ء میں جب افغانستان میں نام نہاد انقلاب ثور رونما ہوا۔ روسی کتوں کے ذریعے افغانوں کی امنگوں اور روایات کے خلاف روسی کمیونسٹ نظام مسلط کرانا شروع کر دیا گیا تو جیالے اور شہید پرور افغان عوام کے جذبات و احساسات جوش میں آئے۔ افغانستان کے دیگر مقامات کے علاوہ علم و ادب کے گہوارے اور تاریخی شہر ہرات میں بھی وہاں کے باسی دین و وطن کی آزادی کے شیدائی عوام نے کمیونسٹ دہری نظام اور خلق و پرچم کفری دھڑوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ اور ایک ساتھ نکل کر ہرات شہر میں تره کی حکومت کے دفاتر، اداروں اور فوجی یونٹوں پر حملہ آور ہو کر عملاً یہ ثابت کر دیا کہ تاریخی شہر ہرات کے باسی اپنے دیندار اور غیرتی اسلاف کی طرح ہر حملہ آور جابر اور ظالم طاقت کے لئے قہر سامان ہیں

۲۴ حوت کا یہ دلیرانہ اور جرات مندانہ اقدام کٹھ پتلی تره کی حکومت اور اس کے روسی آقاؤں کے لئے قابل برداشت واقعہ نہیں تھا۔ وہ اس پر صبر و تحمل کا مظاہرہ نہ کر سکے۔ چنانچہ کابل کی کٹھ پتلی حکومت اور روسی

طیاروں نے ہرات شہر کے غیور عوام پر آگ برسانا شروع کر دیا۔ روسی طیارے تاشقند کے ہوائی اڈے سے براہ راست پرواز کر کے ہرات شہر پر بمباری کرنے لگے، آناً فاناً میں ہرات شہر کی آبادی کھنڈرات میں بدل گئی اور ۲۵ ہزار کے لگ بھگ بے گناہ شہری موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، جن میں شیر خوار معصوم بچے، جوان عورتیں اور بوڑھے شامل تھے۔

اس تاریخی روز اگرچہ افغان نہتے مگر جذبۂ ایمان سے سرشار قوم نے جان و مال کی بے مثال قربانی دے کر ہرات شہر کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا۔ مگر دشمن پر واضح کر دیا کہ اس سرزمین پر رہنے والے لوگ کسی حملہ آور، غاصب ظالم و جابر طاقت کے سامنے جھکنے والے نہیں اور نہ ہی اُن پر کوئی لادین، دہری و کمیونسٹ نظام مسلط کیا جا سکتا ہے۔ افغان قوم مر سکتا ہے اس کی گردن کٹ سکتی ہے۔ مگر اسلام کے بغیر کسی اور نظام و ازم یا کسی جابر و ظالم کے ظلم و درندگی کے سامنے ہتھیار ڈال کر جھک نہیں سکتی۔

افغان قوم ایک خوددار، مسلمان حریت پسند اور اپنے اصول و روایات کی مالک قوم ہے، چنانچہ ۲۴ حوت ۱۳۵۷ھ ش کو روسی سامراج پر واضح کر دیا گیا کہ افغان قوم نے جس طرح انگریزوں کے نظام حکومت و باداری کو مسترد کر دیا تھا اسی طرح روس کا لادین کمیونسٹ نظام حکومت اور ان کی باداری و آقائی کو بھی مسترد کرتے ہیں۔

قربانی کے لحاظ سے اس یادگار روز تشخص اور آزادی پر آنچ نہیں آنی دیتی۔

اگرچہ ہرات شہر شہداء کے خون سے گلزار بنا دیا گیا ہے، لیکن شہداء کا یہ قیمتی خون رنگ بھی لایا۔ اور افغانستان کی اسلامی سرزمین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کمیونزم اور روسی افواج کے ناپاک قدموں سے خالی

مجاہد افغان قوم کا مسلحانہ جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک افغانستان میں ایک خالص اسلامی حکومت کا قیام عمل میں نہیں آجاتا۔

—— الحاج حقانی

۲۵ ہزار افغانوں کی شہادت ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ لیکن افغانوں کی تاریخ ایسی بے شمار قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔

جب بھی افغانوں کی آزادی اور اسلامی تشخص خطرے میں پڑ جاتی ہے تو یہ غیرتی قوم اپنا سر داؤ پر لگا کر اپنے اسلامی کر دی گئی۔

۲۴ حوت کا دن افغانستان کی تاریخ میں سنہرے الفاظ سے ثبت کی جائے گی اور افغان عوام اپنے ان شہداء کی یاد کو تا قیامت نہایت قدر و منزلت سے مناتے رہیں گے۔

اختر حسین شیخ

افغان مُجاہدین

حُبِ اللہ کے زندہ کردار

۲۷ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو افغانستان پہ روسی جارحیت کے گیارہ سال مکمل ہو گئے اور پندرہ فروری ۱۹۹۱ء والے دن روسی ریچھ کی پسپائی کو دو برس گذر گئے۔ باقی رہ گئی روسیوں کی باقیات وہ بھی کچھ عرصے کی مہمان ہے۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ روسی فوجوں کی پسپائی اقوام متحدہ کی کسی قرارداد کی وجہ سے عمل میں نہیں آئی بلکہ بے سروسامان افغان مجاہدین کے جذبۂ ایمانی کے آگے کمیونزم کے فرسودہ نظام نے دم توڑا۔

افغان مجاہدین نے اس حقیقت کو ثابت کر دکھایا ہے کہ وہ خدا جو ابابیلوں سے ہاتھیوں کو تہس نہس کروا سکتا ہے وہ موجود ہے، اور رہے گا۔ طاغوتی شر کی طاقتیں خیر کی قوت سے ٹکراتی اور منہ کی کھاتی رہیں گی۔ وقت کے دھارے میں ایسے محیر العقول واقعات ظہور پذیر ہوتے رہیں گے:

كم من فئةٍ قليلة غلبت فئة كثيرة باذنِ الله

۔ چھوٹی جماعتوں کا قوت کے پہاڑوں سے ٹکرانا اور اذنِ رب سے ان کو پاش پاش کر کے ان پر غالب آ جانا ایسے معجزات ہوتے رہیں گے۔ آج کے افغان مجاہدین نے اس آیت پاک کی تشریح اپنے خون سے کر دی ہے۔

اس عالمِ کون وفساد میں محبت دو اقسام کی پائی جاتی ہے۔ ایک حُبِ اختیاری اور دوسری حبِ غیر اختیاری۔

غیر اختیاری وہ محبت ہے جو انسان کے دل میں خوشگوار چیزوں یا خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پر بندے کا اختیار نہیں۔ شریعت میں نہ اس کی کوئی قدر ومنزلت ہے نہ آخرت میں اس سے متعلق کوئی سوال ہو گا۔ لہذا جزا وسزا کا بھی سوال پیدا نہیں ہو گا باقی رہی حب اختیاری تو چونکہ انسان اسے پورے ہوش وحواس میں رہ کر تمام اقسام کی محبتوں میں سے چنتا ہے اور یہ چناؤ اس کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے تو یہ حبِ اختیاری کہلاتی ہے۔

مذہب کی زبان میں اسے حبُ اللہ والرسول کہا جاتا ہے یہ وہ محبت ہے جو ایک مومن کے دل میں خدا اور رسول کی ذات کے متعلق پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وہ حُب ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی کے متعلق سوال ہوگا اور اسی پر آخرت کی زندگی کا دارومدار ہوگا۔ اس کے طریقۂ کار کی وضاحت بھی کی جا چکی ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی حب اللہ کے ہونے اور فروغ کے لیے اتباع رسول کا ہونا لازم ہے۔ اور اتباع سے مراد رسولؐ کے دیئے ہوئے ضابطۂ حیات کے عین مطابق زندگی گذارنا ہے یہ کسی "ازم" کا سیاسی، اقتصادی یا معاشی نظام نہیں بلکہ مکمل دستورِ حیات ہے جس پر چلتے ہوئے قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ شہادت گہہِ الفت میں قدم رکھنا ہے۔ لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا۔

حُب اختیاری کا تعلق چونکہ انسانی سوچ اور عقیدے سے ہوتا ہے تو عقیدہ جتنا راسخ ہو بندے کے اعمال میں اتنا ہی والہانہ پن اور عبادات میں اتنی ہی شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ تمام دانشوروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اعمال و عبادات انسانی عقائد کا نتیجہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں حب اللہ کا رنگ جتنا گہرا ہو گا بندہ اتنی ہی رضا و رغبت سے بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہو گا۔ اگر حب اللہ عشق کا درجہ اختیار کر لے تو یہ بندے کے خون میں رچ بس کر اس کی عادت بن جاتی ہے ؎

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

پھر انسان اپنی عزیز ترین شے یعنی جانِ عزیز کا نذرانہ ہنس کر پیش کرتا ہے اور جان دیتے وقت یہی حسرت دل میں کروٹیں لیتی ہے کہ:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور ظاہر ہے کہ یہ شان صرف مجاہد ہی کا حصہ ہے۔ مجاہد خواہ قرون اولیٰ کا ہو قرونِ وسطیٰ کا یا افغانستان کا۔ سب ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ مجاہد چونکہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر ایسا کرتا ہے اس کا اجر بھی اسے انوکھا ملتا ہے یعنی وہ اللہ کی دوستی کے بلند مرتبے پر فائز ہو کر حیاتِ ابدی کے مزے لوٹتا ہے۔ اور محبوب کی طرف سے بشارت ملتی ہے کہ۔ ان اولیا اللہ لاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون۔ خدا کے دوستوں کو نہ خوف نہ غم۔ بلکہ جو میری راہ میں شہید ہو جائیں ان کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ اللہ کے ہاں رزق پاتے ہیں مگر تم لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

افغان مجاہدین اسی حب اللہ کو اپنا کر اپنی ہوشمندی اور فہم و فراست کا ثبوت پیش کر چکے ہیں۔ باقی رہیں مشکلات تو وہ کس محبت کا لازمی حصہ نہیں ہوتیں۔ ان مجاہدین نے یہ ثابت کر دیا کہ جس ضابطۂ حیات پہ انسان کا ایمان ہو اس کی حفاظت جان دے کر بھی کر لی جائے تو گھاٹے کا سودا نہیں۔ جس دل میں جہاد کی تمنا نہیں اس میں ایمان بسیرا کر ہی نہیں سکتا۔ زنجیر کی ایک کڑی کمزور ہو تو پوری زنجیر کمزور ہو جاتی ہے جہاد جو دین کا بہت بڑا رکن ہے اس کے نہ ہونے یا اس جذبے کے کمزور پڑ جانے سے یہ سلسلہ مضبوط کیسے رہ سکتا ہے؟ اس طرح تو اسلام کی حقانیت ہی مشکوک ہو جاتی ہے۔

مذاہب کا تقابلی جائزہ لیں تو صرف دین اسلام ہی جہاد یعنی مذہبی جنگ کو فریضہ گردانتا ہے۔ مجاہد میدان جنگ میں اسی طرح خوش خوش جاتا ہے جس طرح ایک نوجوان شادی خانہ آبادی کے لیے۔ مجاہد کی اسی ادا نے طاغوتی

طاقتوں کو ہمیشہ پریشان رکھا تاریخ پہ نظر ڈالیں تو عقل کو حیران کر دینے والے واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں سے ایک بے سروسامان قوم اٹھی اور قیصر و کسریٰ جیسی سلطنتوں کو سرنگوں کر گئی۔ یہ جذبہ مدہم پڑا تو ملتِ بیضا مصیبتوں میں مبتلا ہو گئی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جب یہ جذبہ بیدار ہوا، چنگیز نے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں۔ نورالدین زنگی پھر کردوں کے مایہ ناز سپوت صلاح الدین ایوبی نے یورپ کی متحدہ فوجوں کی شکستِ فاش دی۔ اکتوبر ۱۱۸۷ء میں بیت المقدس مسلمانوں کو واپس مل گیا۔ مسلمانوں کا قبلۂ اول نوّے برس ان سے چھنا رہا۔ بربر قوم کی ہیبت کا یہ عالم کہ سولہویں صدی کے نصف تک یورپی مائیں اپنے بچوں کو ترک امیر البحر خیر الدین بربا روسہ کا نام لے کر ڈراتی رہیں۔ آخر یہود و نصاریٰ کے دانش وروں نے غور کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تعداد و قوّت میں کم ہونے کے باوجود مسلمان فتح یاب ہو جاتے ہیں وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں میں حب اللہ و رسول کے نتیجے میں جذبۂ جہاد پیدا ہوتا ہے۔ اس کی موجودگی میں مسلمانوں سے ٹکرانا سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں نے چند اقدامات کئے جن کا مقصد اس محبت اور جذبے کو ختم کرنا تھا مسلمانوں کی عسکری قوت پر ضرب کاری لگانے سے پیشتر بظاہر معمولی نوعیت کے چھوٹے چھوٹے بے ضرر قسم کے طریقے اپنائے گئے وہ طریقے جن کے نتائج بڑے دوررس ہوتے ہیں۔ مثلاً اہل یورپ نے لفظ "محمدؐ" کے انگریزی ہجے بدل ڈالے چنانچہ مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ بھی MOHAMMAD کو MOHD لکھنے اور پڑھنے لگا۔ مسلمان ممالک میں دھاگے سے بنی ہوئی ایسی ٹوپیاں نہایت سستے داموں فراہم کی گئیں جن پر چھ کونوں والا ستارہ یعنی ڈیوڈ سٹار کڑھا ہوتا ہے۔ نمازی بڑے شوق سے ان ٹوپیوں کو استعمال میں لاتے۔ مصلّوں پر ایسی تصاویر بنا دی گئیں جن کی مشابہت نہ کعبہ سے ہوتی نہ مسجد نبوی سے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں کو ایسے پیچیدہ مسائل کی بحث و تمحیص میں الجھا دیا جو بظاہر بے ضرر مگر دلوں میں پھوٹ ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ سرفہرست یہ مباحثہ تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا اپنی اخلاقی قوت سے۔ آخر کار بڑی مکاری و ہوشیاری سے مسلمانوں کو قائل کر لیا کہ اسلام سلامتی کا علمبردار ہے اس میں جنگ و جدل۔ لڑائی مارکٹائی کا تصور ہی نہیں۔

لہٰذا مسلمان صرف اپنے دفاع پر اکتفا کریں۔ کسی پر حملے کا سوچ کر گناہ گار نہ ہوں۔ گویا لپکنا۔ جھپٹنا جھپٹ کر پلٹنا جیسے جذبوں کو چھین کر مسلم اقوام کو " دفاع کے قلعے میں مقید کر دیا گیا۔ چنانچہ آج ہر مسلمان ملک میں وزارتِ دفاع موجود ہے۔ جب کہ برطانیہ کے اپنے ہاں اسی محکمے کا نام وزارتِ جنگ یعنی وار منسٹری ہے دونوں میں جو فرق ہے وہ قارئین بخوبی سمجھ سکتے ہیں اتنا ضرور یاد رہے کہ

BEST DEFENCE IS ALL WAYS OFFENCE

بہترین دفاع آگے بڑھ کر حملہ آور ہونے میں پوشیدہ ہے۔ لفظ "دفاع" کے ذہن میں آتے ہی ایک قسم کی کمزوری کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ جو فرق زیر اور زبر میں ہے وہی دفاع اور حملے میں ہے۔ اسلام کی ترویج و ترقی میں

بوقتِ ضرورت تلوار کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ جہاں اخلاق، نرم و نازک الفاظ بے اثر ہو جائیں وہاں نادانوں کو سیدھی راہ پر لانے کے لیے سخت روّیہ اشد ضروری ہو جاتا ہے۔

لادینی مکّاروں نے چند قدم آگے بڑھ ایک نیا شوشہ چھوڑا ___ خلفائے راشدین کے دور اور مجاہدین پر پہلے دبی زبان میں پھر کھل کر اعتراضات کیے گئے کہ نعوذ باللہ وہ لوگ بھی اسلام کی روح کو نہ سمجھ سکے۔ وہ حیلے بہانے سے غیر مسلموں پر چڑھ دوڑتے تھے۔ حالانکہ اسلام صرف سلامتی کا پیغام دیتا ہے اس میں قتال کی گنجائش ہی نہیں۔ اور یہ کہ مسلمانوں کے تینوں اصول غلط تھے۔ یعنی اسلام قبول کرو۔ فدیہ دو۔ ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ طاغوتی طاقتوں نے اسے اس انداز میں پیش کیا کہ معدودِ چند نیک سرشت لوگوں کے سوا سب دھوکا کھا گئے۔ لومڑ صفت لوگوں کا استدلال یہ تھا کہ ایک شخص کے پاس اعلیٰ چیز موجود ہے۔ دوسرے کے پاس ادنیٰ۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ شے والا اپنی چیز کی اچھائیاں دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرے یا دوسروں کو وہ شے اپنانے پر بزور بازو مجبور کر دے۔ یہ انصاف کے منافی ہے۔ کیوں کہ ادنیٰ شے کے حامل کو اپنی چیز کی اچھائیاں گنوانے اور اپنانے کا اتنا ہی حق ہے جتنا اعلیٰ شے کے حامل کو۔

بظاہر یہ استدلال صحیح نظر آتا ہے لیکن اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو انسانی ارتقاء تو رہی دور کی بات نسل انسانی کو زندگی گزارنے کے لیے جس تعلیم تربیت کی ضرورت ہوتی ہے اسی کی نفی ہو جاتی ہے۔ ایک نادان بچہ شعلے کو خوبصورت سمجھتے ہوئے اس کی طرف لپکتا ہے تو کیا ایک سمجھدار اور ہمدرد انسان اسے ایسا کرنے دے گا؟ چمن کی زیب و زینت کے پیشِ نظر ناپسندیدہ انداز میں پرورش پانے والے پودوں کی تراش خراش کیا ناپسندیدہ فعل ہے؟ ہرگز نہیں۔ بعینہٖ یہی صورتِ حال انسانی صالح معاشرے کی تشکیل و ترویج کے وقت پیش آتی ہے ہر زمانے کا مجاہد اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا اور رہے گا ہمارے اسلاف کے وہ مجاہدین اسی لیے غیر مسلموں کو پہلے دعوتِ دین دیا کرتے تھے کہ نادان جو شعلوں کی ظاہری خوبصورتی پر مرمٹے ہیں سلامتی کے دائرے میں آ جائیں وہ مجاہدین انسانیت کے سچے ہمدرد اور باغِ دنیا کے ذہین ترین باغبان تھے۔

دوسری اصولی بات کی حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی اتنا کوڑھ مغز ہے کہ وہ شعلوں کی جھوٹی خوبصورتی کو صحیح ثابت کرنے پر تُلا بیٹھا ہے تو وہ دائرہ انسانیت سے خارج ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو ضرور ایک ناپسندیدہ معاشرے کی تشکیل کرے گا۔ لہٰذا ایسے شر پسند کو حکومت کا حق نہیں۔ حکومت جس کا اولین فرض معاشرے کو امن و سکون فراہم کرنا ہوتا ہے۔ حکومت ان لوگوں ہی کا حق ہے جو مقامِ انسانیت پر فائز ہوں۔ صالح معاشرہ اسی صورت معرضِ وجود میں آ سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص فدیہ ادا کرے گا خواہ وہ معمولی سی رقم ہی کیوں نہ ہو، اس کا احساس ضرور مجروح ہو گا۔ وہ ضرور سوچے گا کہ وہ ایک اعلیٰ پائے کا انسان نہیں رہا یہی احساسِ زیاں اسے ایک نہ ایک دن راہِ راست پر ضرور لے آئے گا۔ لیکن اگر وہ اتنا ہی گیا گذرا ہے کہ اسے

نقصان کا احساس ہی نہیں۔ وہ شعلوں
کی خوبصورتی کو نہ صرف صحیح سمجھتا ہے بلکہ
دوسروں کو قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے
تو وہ مجسم فتنہ جاریہ اور لاعلاج ہے۔
اس کو بزورِ شمشیر راہِ راست پر
لانے کی ضرورت ہے۔

افغان مجاہدین نے اس حقیقت کو
بخوبی سمجھا۔ تمام دنیا ان اللہ کے سپاہیوں
کو ملحد روسیوں کے مقابلے میں بیشک پسماندہ
اور غیر ترقی یافتہ وغیرہ کہے لیکن یہ لوگ
اس دور کے ذہین ترین اشخاص اور
انسانیت کے سچے ہمدرد ہیں۔ کیوں کہ آج
سے گیارہ برس پیشتر روسی شیطانی طاقت
اپنے جھوٹ کو نہ فقط سچ ثابت کرنے پر اتر آئی
تھی بلکہ اہلِ افغانستان پر اپنا جھوٹ
بزور بازو مسلط کرنا چاہتی تھی۔ خیر و شر
کی جنگ ہر زمانے میں ہر مقام پر ہوتی رہی
ہے اور ہوتی رہے گی۔ اس کی شدت میں
کمی بیشی ہو تو ہو اس کے وجود سے
انکار نہیں کیا جا سکتا۔

روسی ملحدوں کی جارحیت یا ان کی
باقیات ڈاکٹر نجیب اینڈ کو کے سینوں
میں ایک ہی جذبہ کارفرما ہے۔ کمیونزم
کے فرسودہ نظامِ حیات کی بالادستی
ہم نے اسے فرسودہ اور نظامِ حیات
لکھا ہے۔ اس میں ایک اصطلاح
ہے دوسری "صفت" ان دونوں کا جھوٹ
آج ہر سمجھدار انسان پر اچھی طرح آشکار
ہو چکا ہے۔ کمیونزم، روس کا معاشی
یا اقتصادی نظام نہیں، ایک ضابطہ
حیات ہے جو اسلامی ضابطۂ حیات
کی ضد ہے۔ فرسودہ ہم نے اس لیے لکھا
کہ خود وقت نے اس کی فرسودگی اور
شر انگیزی ثابت کر دی ہے۔ اس
نظام کا دورانیہ ایک چنگاری کی چمک
سے زیادہ دیرپا ثابت نہیں ہو سکا۔
قوموں کی زندگی میں چند دہائیاں کوئی عرصہ
نہیں ہوا کرتا۔

سب جانتے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم
کے بعد لینن نے اپنے دورِ صدارت یعنی
۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۴ء میں یہودی کارل مارکس
کی تعلیمات پر مبنی اس نظام کو روس
میں رائج کیا۔ گویا بیسویں صدی کی تیسری
دہائی میں اس کی پیدائش ہوئی اور اسی
صدی کی آخری دہائیوں میں اس کے پرخچے
اڑ گئے۔ بیاسی لاکھ مربع میل پر پھیلا
ہوا آج کا روس رقبے کے لحاظ سے
دنیا کا سب سے بڑا ملک ہونے کے
باوجود۔ سپر پاور اور ویٹو پاور کے
مقام بلند پر فائز ہونے کے باوجود۔
بھیک مانگنے پر مجبور ہے۔ اس کی اپنی
ریاستیں نام نہاد جمہوریت کا جوا اپنے
گلوں سے اتار پھینکنے اور تمام رشتے
توڑنے کا اعلان کر رہی ہیں۔ یہ نظام
کی فرسودگی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر
اس میں تھوڑی سی بھی سچائی ہوتی تو
اس کی عمر کچھ تو دیرپا ہوتی۔ یاد رکھیے
چند لوگوں کو تھوڑے عرصے کے لیے
بیوقوف بنایا جا سکتا ہے مگر تمام
لوگوں کو ہمیشہ کے لیے بیوقوف
نہیں بنایا جا سکتا۔ روس کو خود اپنے
فکری سرمائے کی فرسودگی کا احساس
ہونے لگا ہے اسی لیے وہ اپنی ساکھ
بحال کرنے کی خاطر ہاتھ پاؤں مار رہا
ہے لیکن وہ امریکہ کے مقابلے میں نمبر ۲
طاقت بنتا جا رہا ہے اس کی ایک وجہ
یہ بھی ہے کہ روس کے پاس کوئی گرم سمندر
نہیں اس طرح روسی نیوی کی "ڈویلپمنٹ"
حالات کے مطابق نہ ہو سکی چنانچہ آج
نیوی کے میدان میں روس امریکہ سے
کوسوں پیچھے ہے۔ امریکی بحری بیڑے
دنیا بھر کے سمندروں میں دندناتے پھر
رہے ہیں۔ روس کے لیے مناسب ترین
سمندر بحیرہ عرب ہے جہاں اس کے تمام
مقاصد حل ہو سکتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں

بالادستی، گرم پانیوں تک رسائی وغیرہ وغیرہ۔ مگر روس کی بدقسمتی کہیئے کہ راستے میں ایران افغانستان اور پاکستان حائل ہیں، چنانچہ یہ تینوں ممالک شیطانی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا اکھاڑہ بن گئے۔ سارا کھیل یہود و ہنود اور نصاریٰ و روسی ملحدین کے مفاد کا ہے۔ ظاہر ہے پہلوان لڑتے ہیں اور تباہی اکھاڑے کے حصے میں آتی ہے۔

دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ کمیونزم کی یلغار کا راستہ اگر کوئی روک سکتی ہے تو وہ فکرِ اسلام کی سیسہ پلائی دیوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے مفاد کی خاطر امریکہ نے بھی افغانی مجاہدین کی امداد کی۔ افغان مجاہدین چونکہ اللہ کے سپاہی ہیں ان کے نزدیک سیاست اور دین دو الگ چیزیں نہیں:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لہذا روسی شیطانی یلغار کے آگے وہ صرف جذبۂ جہاد سے لیس ہو کر یعنی اسے دینی فریضہ سمجھتے ہوئے ڈٹ گئے۔ ان کو نہ صرف دشمنوں کا سامنا تھا بلکہ اپنے ہی ملک کے مفادی و فسادی عناصر سے بھی نمٹنا پڑا۔ وہ مفاد پرست جنھوں نے اسلامی نظامِ حیات کی حقانیت سے انکار کیا اور ملحدین کے نظامِ حیات یعنی کمیونزم کی چمک دمک سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ یہ لوگ بصیرت اور بصارت دونوں نعمتوں سے محروم ہیں۔ ان کا نظریۂ حیات چونکہ ذاتی آسائشوں کے گرد گھومتا ہے لہذا دنیا و آخرت دونوں میں ان کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ان کے مقابلے میں افغان مجاہدین کی شان یہ ہے کہ وہ اس فریضے کی ادائیگی میں مصروف ہیں جو امت مسلمہ کا اجتماعی فرض تھا۔ (اہلِ ایران اور پاکستان کا بالخصوص)

اس میں شک نہیں کہ پاکستان کے صاحبانِ بصیرت و بصارت اپنے افغان مجاہدین بھائیوں کے ساتھ ہیں مگر ہمیں دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئیں، پہلی یہ کہ حق کا ساتھ دینا شہادت گاہ میں قدم رکھنا ہے۔ دوسری یہ کہ صفِ اوّل میں بہر حال افغان مجاہدین ہی ہیں لہذا ان کے درجات بلند ہیں کیوں کہ وہ ہمارا فریضہ بھی ادا کر رہے ہیں۔ یہی وہ اللہ کے شیر ہیں جنھوں نے دنیا بھر کی لذتوں اور محبتوں میں سے "حُبِ اللہ" کو چنا۔ اس حُبِ اللہ کو اختیار کرتے ہی وہ ذہنی طور پر ان تمام لوگوں سے کئی قدم آگے نکل جاتے ہیں جو دنیاوی اور غیر اختیاری محبتوں میں مبتلا ہیں۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ دنیاوی محبتوں کی وارداتیں ہم ہر حیلے بہانے سے سناتے ہیں۔ ہماری شاعری، افسانہ نویسی، ادب کی ہر صنف ان ہی کے گرد گھومتی ہے۔ مگر ان مجاہدین کے جذبۂ الفت کی ہم ادیبوں، شاعروں نے کتنی اور پذیرائی کی؟ کتنا وقت صرف کیا ان کی تعریف و توصیف میں۔ جنھوں نے بے سروسامانی کی حالت میں طاغوتی طاقت کے دانت کھٹے کر کے بدر و حنین کی یادیں تازہ کر دیں۔ یاد رکھیے حالات کیسے

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

تبصرہ کتب

آزادی کا مسافر

جہاد افغانستان، کتاب کے آئینے میں

تحریر: الحاج ننگیال
ترجمہ: سید عبداللہ

نام:	آزادی کا مسافر
مصنف	ملک احمد سرور
ناشر	ملک احمد سرور
تاریخ	نومبر ۱۹۹۰ء
صفحات	۱۲۷
قیمت	۲۱/روپے

"آزادی کا مسافر" جہاد افغانستان کے حوالے سے اُس اہم ناول، کا نام ہے۔ جسے اردو زبان کے جواں سال ذہین اور حساس لکھاری ملک احمد سرور نے تصنیف کیا ہے۔ پچھلے مہینوں میں خوبصورت انداز اور صحافتی طرز پر شائع ہونے والا یہ ناولٹ اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے۔

مصنف معروف صحافی ہیں افغانستان کے مسلمان اور مجاہد قوم کی زندگی اور ان کی پیہم جدوجہد کے مختلف اطراف و جوانب سے متعلق انہوں نے بہت کچھ لکھ کر قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ان کی صحافتی، اور ادبی سرگرمیاں، نیز قلم اور بندوق کے حوالے سے ان کا انجام دینے والا جہاد کسی کی نظروں سے اوجھل اور پوشیدہ نہیں ہے۔

افغان مقاومت و مزاحمت کے مختلف پہلوؤں پر وقتاً فوقتاً سیاسی تبصرے اور تحقیقی مقالات لکھنے کے علاوہ ملک احمد سرور نے صحافت کے میدان میں بھی جہاد افغانستان کا ہنگامہ گرم رکھ کر بے شمار رسائل و اخبارات میں جہاد سے متعلق خبروں، انٹرویوز، تجزیوں اور تبصروں اور رپورٹوں کے ذریعے جہاد کی ہمہ پہلو اور مناسب عکاسی کی ہے۔ اور افغانوں کی قربانیوں، مزاحمت اور قہرمانیوں کی آواز کو اپنی تحریروں سے منسلک کر کے ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔

اسی طرح انہوں نے جہادی واقعات و کارناموں کو ادب کے زیور سے آراستہ کر کے تا ابد باقی رہنے اور انہیں پاکستانی قوم کے دماغ میں ذہن نشین کرنے اور دل کی گہرائیوں میں اتارنے و جگہ دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

جہاد کے حوالے سے ملک سرور کا پہلا ناول "پہاڑوں کا بیٹا" کے نام سے اسم بامسمّٰی ہے جو پہلے شائع ہو چکا ہے، ان کا دوسرا ناول جو بظاہر چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے اصل میں یہ پہلے ناول کی بہ نسبت افغانستان کی اجتماعی تشکیل، جہادی ماحول اور واقعات سے پوری طرح

مطابقت رکھتا ہے۔

"آزادی کا مسافر" میں ایک قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ یہ بچوں کی فکری کاوش توجہ اور ذہنی رسائی کے عین مطابق ہے اور راقم کی رائے کے مطابق یہ پہلا اور انوکھا "ناول" اور اس سلسلے میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

کتاب کے شروع میں "انتساب" کے نام سے یوں تحریر کیا گیا ہے:۔

"ان ہزاروں معصوم بچوں کے نام جو ظالم روس کے بھیجے ہوئے بارودی تحفے یعنی "کھلونا بم" سے شہید یا اپاہج ہو گئے۔

مصنف کی طرف سے کتاب کو دیئے گئے یہ انتساب کتاب کے اصل متن سے اس قدر گہری مطابقت رکھتا ہے، جس قدر کہ مذکورہ ناول افغانستان کے موجودہ جنگ کے دوران ملک کے گاؤں گاؤں اور وادی وادی میں پیش آنے والے واقعات سے قریبی مطابقت رکھتا ہے۔

اس کے بعد مجاہد کبیر الحاج جلال الدین حقانی کا تقریظ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ملک احمد سرور صاحب کا شمار ان چند افراد میں ہوتا ہے، جنہوں نے جہاد افغانستان پر سب سے زیادہ لکھا، عزیزم احمد سرور نے افغانستان میں اپنے سفر ناموں، افغان رہنماؤں اور مجاہدین کے کمانڈروں کے انٹرویوز، شہدائے افغانستان اور مجاہدین کی ایمان افروز داستانوں اور جہاد افغانستان کے روح پرور واقعات لکھ کر اردو داں طبقہ میں جس طرح جہادِ افغانستان کی اہمیت اجاگر کی اور نوجوانوں میں جذبۂ جہاد بیدار کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، مجھے یقین ہے کہ ان کا یہ ناول بھی جہاد افغانستان کو سمجھنے اور نوجوان طلبہ میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک احمد سرور کو مزید ایسی کہانیاں اور ناول لکھنے کی توفیق اور ہمت دے۔ آمین"

اس کے بعد مصنف کی تمہید ہے۔ جس میں انہوں نے ناول لکھنے اور اس بارے میں ان کے جذبات ابھارنے اور توجہ مبذول کروانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"یہ ۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ میں دانشوروں اور صحافیوں کے ایک وفد کے ہمراہ افغانستان گیا، وفد میں معروف ادیبہ محترمہ پروفیسر الطاف فاطمہ جناب پروفیسر محمد سلیم، گیلپ پاکستان کے جنرل منیجر جناب محمد فاروق خان اور دیگر صحافی شامل تھے، صوبہ پکتیا کا دورہ مکمل کرنے کے بعد واپس آتے ہوئے ڈیورنڈ لائن پر واقع سید گی جنگ پوسٹ پر کچھ دیر کے لیے رکے، وہاں ایک افغان بچے سے ملاقات ہوئی، یہ افغان بچہ اُن ہزاروں افغان بچوں میں سے ایک تھا جن کے ہاتھوں میں کتابوں اور قلم کی بجائے بندوق تھما دی گئی تھی۔ جن کے والدین اور بہن بھائیوں کو شہید کر دیا گیا تھا، جن کے گھر، زمینیں اور باغات چھین لئے گئے ہیں، جن کے سکول اور کھیل کے میدان تباہ کر دیئے گئے تھے۔ یہ اُس عمر کا بچہ تھا جس عمر میں ذہن کھیلنے کودنے اور شرارتیں کرنے کے علاوہ کچھ سوچ ہی نہیں سکتا، مگر روسی ظلم و بربریت نے اُن بچوں کو ظلم کے خلاف سینہ سپر ہونے اور آزادی کے لیے لڑنے اور مرنے کی سوچیں عطا کر دی تھیں۔

بچے سے ملنے کے بعد واپس گاڑی میں بیٹھتے ہی برادر محمد فاروق خان نے کہا!

"ملک صاحب! اس بچے کی داستان ضرور لکھیں،" اسی بچے کو سامنے رکھ کر میں نے جو کہانی لکھی وہ "آزادی کا مسافر" کے نام سے آپ کے سامنے ہے۔

ملک احمد سرور کا یہ ناول ایک ایسے طبقے کی زندگی، تصورات، رونگٹے کھڑے کرنے والے واقعات اور درد بھری حالات کا اظہار اور عکاسی کرتا ہے، جو جہاد افغانستان میں ایک مظلوم حصہ تشکیل دیتا ہے، یہ وہ نونہال طبقہ ہے جسے نہ صرف ایک عشرے پر مشتمل جنگ کے دوران ناسازگار حالات کی زد میں آ کر نہ صرف ان کے سر باپ کے مہربان سایہ سے محروم ہو چکے ہیں۔ بلکہ محرومیت کا ہر نوع تھپڑ ان کے منہ پر رسید ہونے کے ساتھ ساتھ بموں اور بے رحمانہ گولیوں کا نشانہ بن گئے ہیں، ایک کثیر تعداد روسی درندوں کے کھلونا نما بموں کے ذریعے ہاتھ، پاؤں اور جسد

کی دیگر قیمتی اعضاء سے محروم ہو کر جنگ کے منفی اثرات کی زد میں آ گئے ہیں، اس لیے یہ ایک ایسی نسل کے نمائندے بن بیٹھے ہیں جس کے مظلومیت کی مثال دنیا میں نہیں ملتی اور نہ ہی ملے گی مگر دربدریوں اور وحشت و بربریت کے نرغے میں آنے کے ساتھ ساتھ یہ ایک ایسی نسل ہے جو انقلاب کے مصائب و آلام کی بھٹی میں پک کر کندن بن گئی ہے، چنانچہ اس کے حالاتِ زندگی کی عکاسی کرنا نیز ان سے متعلق داستانیں اور کہانیاں ادبی و صحافتی اہمیت کے علاوہ قوم کی تاریخی عظمت زندہ اور اجاگر رکھنے کا قیمتی اثاثہ بھی ہیں۔

ملک سرور کے ناول کی اہمیت اور قدر و منزلت اس وجہ سے ہے کہ اپنے ناولٹ کے لیے انہوں نے ایک ایسے موضوع کا تعین کیا ہے جس کی ترکیب و بناوٹ پڑھنے والوں کے جذبات اور احساسات کو ابھار کر انہیں ناول کو آخر تک پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔

جہاد افغانستان کے دوران قربانیوں مصائب و آلام برداشت کرنے کے سلسلے میں دو طبقے ایسے ہیں جو سب سے زیادہ مظلومیت کا شکار ہو چکے ہیں۔ یعنی بچے اور خواتین افغان معاشرے کی روایتی تشکیل اور بناوٹ کے لحاظ سے اس مزاحمت کے دوران جو عورتیں شہادت پا چکی ہیں ان کا نام کوئی نہیں لے رہا ہے۔

ملک سرور کے ناول کا مرکز مصالحہ اسی قسم کے موضوعات سے تشکیل دیا ہے اور افغانی معاشرہ کے مطابق بچوں کی زندگی، ان کے جذبات، احساسات، خواہشات، درد و غم اور توقعات و امیدوں اور ارمانوں کی درست، روشن تصویر دنیا کے سامنے رکھ دی ہے۔

میرے علم و مطالعے کے مطابق آزادی کا مسافر، جہادِ افغانستان کے حوالے سے تیسرا ناول ہے، پہلا ناول "کہساروں کی آگ" ہے۔ جسے جناب طارق اسماعیل ساگر نے تحریر کیا ہے باقی دو "کہساروں کا بیٹا" اور "آزادی کا مسافر، جناب ملک احمد سرور کی تالیف کردہ ہیں، یہ ناول ادبی لحاظ سے افغانستان کی مجاہد قوم کی زندگی، جدوجہد واقعات اور کارناموں کی زندہ یادگار اور تاریخ سمجھے جاتے ہیں ان دونوں ناولوں میں اس جہادی عشرے کے کارنامے، واقعات اور حالات ادبی اور ہمیشگی کے زیور سے آراستہ کئے گئے ہیں۔ "آزادی کا مسافر" اس لحاظ سے بھی اہم اور قابل توجہ ہے کہ یہ بچوں کے ذوق کے عین مطابق اور انہیں مصروف رکھنے کے لیے ایک قابل قدر تصنیف ہے جس کے مطالعہ سے ان میں بچپن ہی سے جذبۂ جہاد، مزاحمت و برداشت کا حوصلہ اور اسلام سے محبت جنم لیتا ہے۔

اسی قسم کے ناولوں کی موجودگی بچوں اور نوجوانان کو گمراہ کن سپنس سے بھرپور جاسوسی ناولوں کے پڑھنے سے باز رکھتے ہیں۔

ہم خود کو یہ کہنے میں حق بجانب سمجھتے ہیں کہ منفرد حیثیت کا حامل یہ ناول ضرورت اور اہمیت کے لحاظ سے اردو زبان کی ادبی غناء میں مزید قابل ستائش اضافہ اور جہاد افغانستان کے حوالے سے ایک باوقار تصنیف ہے۔

بقیہ :- افغان مجاہدین ...

بھی ہوں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں سنتِ اللہ کا ظہور ضرور ہوتا ہے اور اللہ کا طریق کار یہ ہے کہ لا یضیع اجر المومنین۔ وہ اپنے گرفتارانِ محبت کو اجر ضرور دیتا ہے۔

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

مگر شرط صرف ایک ہے۔ جذبے کی سچائی۔ زبان پہ وہی کچھ ہو جو دل میں ہے۔ اور اس کا ثبوت اعمال کی صورت میں ظاہر ہو جیسے افغان مجاہدین نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اپنی حب اللہ کے ثبوت پیش کئے۔ اس کے برعکس لاؤڈ سپیکروں پر بلند وبانگ دعوے کرنے سے کچھ حاصل وصول نہیں ہوتا نہ مراقبے اور نیم شب کی مناجاتیں سود مند ہوتی ہیں:

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اراکان

(برما) کی اسلامی تحریک

اراکان میں دین اسلام کو عرب تاجروں نے روشناس کرایا بہت سے تاجروں نے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور تبلیغ و اشاعت دین کرتے رہے۔ اراکان میں مسلمانوں کی حکمرانی کا آغاز ۱۴۳۰ء میں ہوا اور ۱۷۸۴ء تک اس خطے پر انکی حکومت رہی پھر پڑوسی ملک برما کے بودھ راجہ "بوذو پھیر" نے اس پر حملہ کیا اور مسلمانوں سے چھین لیا۔ جب سے اراکان پر ان اجنبی حملہ آوروں نے قبضہ کیا ہے۔ نسل پرست قوتوں نے اس علاقے کے مسلمانوں کو ہمیشہ قتل عام کا نشانہ بنایا ہے اور ان کی نسل کشی کی کوششیں جاری رکھی ہیں۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ اراکان پر قابض ان طاقتوں کا واحد مقصد اس علاقے سے مسلمانوں کا مکمل بیخ کنی کرنا رہا ہے۔ ۱۹۴۸ء میں برما کی آزادی کے بعد اور اس سے قبل بھی یہاں کے مسلمانوں کو طویل المیعاد منصوبوں کے تحت موت کے گھاٹ اتارا جاتا رہا ہے۔

اراکان کے روہنگیا مسلمانوں کو جس بے رحمی کے ساتھ قتل کیا گیا ہے اور ان کو جس بیہمانہ تشدد اور ظلم و جبر کا نشانہ بنایا گیا ہے ہم عصر عالمی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ستم ظریفی کی بات تو یہ ہے کہ دنیا کم و بیش بڑی حد تک ان بے گناہ لوگوں کے آلام و مصائب کے بارے میں لاعلم و بے خبر ہے اور یہاں کی نسل پرست حکومت آہنی پردے کے پیچھے ان کو مسلسل موت کے گھاٹ اتار رہی ہے اور آزاد و غیر جانبدار مبصروں اور حقائق کی چھان بین کرنے والے کے لیے اس چار دیواری کے پار پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ ۱۹۳۷ء جب سے برطانوی برما کو برطانوی ہند سے جدا کیا گیا ہے، دو لاکھ سے زیادہ بے گناہ افراد کو یہاں موت کی نیند سلایا جا چکا ہے۔ جب کہ اسی عرصے میں ۱۰ لاکھ سے زائد افراد کو نہایت وحشیانہ طریقے سے ان کے گھروں سے بے دخل کیا گیا۔ غالباً روہنگیا مہاجرین کا مسئلہ دنیا کا وہ سب سے سنگین اور افسوسناک المیہ ہے، جس کی کسی کو خبر نہیں اور جو روہنگیا اب بھی اراکان میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ اپنے ہی وطن میں قیدیوں سے بدتر حالات میں زندہ ہیں وہ اپنے دن مایوسیوں ناامیدیوں خوف و دہشت اور غربت و افلاس میں گِن گِن کر کاٹ رہے ہیں۔

اس مرحلے پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر روہنگیا عوام کی اس تیرہ بختی کا سبب کیا ہے؟ دراصل دشمن قوتوں کے ناپاک عزائم کیساتھ ساتھ جو ہمیشہ سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیئے سرگرم عمل رہی ہیں، خود مسلمان بھی اپنے افسوسناک زوال کا برابر کے ذمہ دار ہیں۔ تاریخ اراکان کی باریک بینی سے ورق گردانی کرنے والے شخص پر یہ بات بڑی آسانی سے واضح ہو جائے گی کہ اس سرزمین کے مسلمانوں کے آلام و مصائب کا سبب صرف یہ نہیں کہ ایک کہیں زیادہ طاقتور قوم ان پر حاوی اور غالب آگئی تھی۔ بلکہ اس کا سبب یہ بھی تھا کہ مسلمان خود اللہ کے بتائے ہوئے۔

احمد حسیب قیصر لاہور

اک ولولہ تازہ

اب دیکھ کدھر جاتا ہے تقدیر کا دھارا
حریتِ افغان کا روشن ہے ستارہ

دنیا ہے تماشائے لبِ بام ابھی تک
اک کوہِ فلک بوس کو میدان میں مارا

کس قوم کو چھیڑا، کہ چھیڑا ہے قضا کو
محبوس ہے جس قوم میں آزادی کا تارا

تم ضربِ زبردست سے سر توڑ کے رکھ دو
افغان ہیں غیور! یہ محمود پکارا

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہنائے گی افغان کو تاجِ سرِ دارا

یہ جنگ نہیں ایک کرشمہ ہے جنوں کا
بس! تیرِ نظر سے وہ گرائے ہیں طیارہ

مشرق میں ہوا معرکۂ دین و وطن پیش
مغرب نے وہاں اپنے درندوں کو ابھارا

افغان سے پیدا ہوئی عربوں میں حرارت
اب دیکھ! اسرائیل کو بہہ نکلے گا پارہ

حق چھین لو آزادی کا تم جد و جہد سے
فلسطین کو افغان کا کافی ہے اشارہ

اللہ کو پامردیٔ مؤمن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

کچھ اور لگا زور سے اک ضربِ زبردست
ہم دیکھیں گے افغان کی نصرت کا نظارا

طاقت کا سرچشمہ تو خداوندِ خدا ہے
اک ایک مسلمان بھی دس دس پہ ہے بھارا

جینا ہے تو جینا ہے خدا پاک کی خاطر
مرنا بھی تری راہ میں ہم کو ہے گوارا

ایران میں اِسلام جہانگیر ہوا کل
گو بجا ہے مگر آج تو افغان کا نعرہ

یہ مردِ کہستان ہے فطرت کا نگہبان
ہر قوم پکارے گی کہ افغان ہمارا

آزادیٔ اقوام کا سرخیل ہے افغان
آزاد ہُوا چاہے. سمرقند بخارا

اب ہندی مسلمان بھی بیدار ہوئے ہیں
وادی یہ ہماری ہے وہ صحرا بھی ہمارا

آزاد ہو تم کیسے ؟ جو میں قید پڑا ہوں
ہائے قبلۂ اوّل نے مسلمان کو پُکارا

راستے سے بھٹک جانے کی بنا پر مردانگی کے تمام جوہر کھو بیٹھے تھے۔ اس سرزمین پر دوسو سالہ نوآبادیاتی دورِ تسلط نے مسلمانوں کو اس حد تک فنا تر کیا ہے کہ ان کی تمام قیادت مکمل طور پر تباہ ہو کر ختم ہو چکی ہے۔ انہیں مادی اور مالی طور پر کچل دیا گیا ہے۔ انکی روحانی قوت وطاقت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی ہے اور حد یہ ہے کہ ان کا ذہنی رویہ تک تبدیل ہو گیا۔ اسلام ان کے نزدیک چند عقائد اور رسوم وروایات کا مجموعہ بن کر رہ گیا اور وہ یہ بھی فراموش کر بیٹھے کہ اسلام ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو نہ صرف پوری انسانیت کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ آج بیسویں صدی کے جملہ اور متنوع مسائل کو بھی اسی خوبی سے حل کر سکتا ہے۔ جس طرح وہ ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں انسان کو مسائل سے نجات دینے کا سبب تھا علاوہ ازیں روہنگیا مسلمان احساسِ کمتری کے ایسے شکار ہوئے کہ وہ مکمل طور پر مفلوج اور بے عمل ہو کر رہ گئے۔

اگرچہ مسلمانوں کو اس بڑھتے ہوئے ظلم ستم نے جنون وغفلت کی اس کیفیت سے نکلنے پر مجبور بھی کیا اور بعد میں انہوں نے اس کے خلاف جدوجہد بھی شروع کر دی لیکن ان کا اندازِ فکر اور طرزِ عمل زیادہ حقیقت پسندانہ نہ تھا وہ عملاً قرآن کی تعلیمات اور رسول ؐ کی سنت کو بھول چکے تھے یا نظر انداز کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء سے چالیس سال پر محیط یہ جدوجہد بے نتیجہ رہی گو کہ اس مقصد کی خاطر ہزاروں قیمتی جانیں ضائع ہوگئیں اور ایک ایسا وقت آیا کہ اراکان کے باشندوں کے لیے امید کی کوئی کرن باقی نہ رہی اور انہیں مستقبل تاریک تر نظر آنے لگا۔

روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن

آخر کار ۱۹۸۲ء میں اللہ کے کچھ نیک بندوں نے جو اسلام پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور اسے مکمل ضابطۂ حیات جانتے ہیں ماضی کی غلطیوں کو سامنے رکھ کر تاریخ سے سبق سیکھتے ہوئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے جان ومال کی قربانی دینے کے لیے آمادہ ہوئے۔ انہوں نے آر، ایس، او، (روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن) کے نام سے اپنے آپ کو منظم کیا نہ صرف اس لیے کہ وہ اپنے جذبات اور ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہوئے تھے۔ بلکہ اس بنا پر کہ کتاب اللہ ان سے اس جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ انسان کی کامیابی اس دنیا میں کسی مقصد کے حصول پر نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی پر منحصر ہے۔ وہ شخص جو اللہ کی راہ میں اپنی جان ومال سے جہاد پر آمادہ ہو خواہ وہ دنیاوی طور پر کامیاب ہو یا ناکام آخرت میں اس کی سرخروئی یقینی ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کا مطلب اس کے دین کو اس زمین پر قائم کرنا ہے۔ اس تنظیم کا ہر فرد یقین رکھتا ہے کہ اللہ اسے جزا دے گا۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا! ترجمہ، اللہ نے ایمان لانیوالوں سے جنت کے بدلے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے۔

آر، ایس، او کی جدوجہد کا کردار اور روح وہی ہے جو رسول ؐ اور ان کے صحابہؓ نے جہاد کی تھی۔ جس کا مقصد زمینوں کو فتح کرنے کی بجائے حق، عدل اور انصاف کو قائم کرنا تھا۔ عدل پسند معاشرہ قائم کرنے کے لیے وہی طریقہ کار استعمال کرنا ضروری ہے جو رسول ؐ نے پسند فرمایا اور برائیوں اور بداخلاقیوں کو مٹا کر ایک منصفانہ پرامن اور مستحکم انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی۔

آر، ایس، او۔ اراکان (برما) کی تحریک اسلامی۔ کسی شخصیت، فرقے، یا مذہب کے خلاف نہیں۔ یہ ہر قسم کی ناانصافی کے خلاف ہے خواہ اس کا مرتکب مسلم ہو یا غیر مسلم اس بلند مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اراکان کی اسلامی تحریک آگے بڑھ رہی ہے۔ اور انشاء اللہ وہ اپنی منزل تک پہنچ کر رہے گی۔

نصب العین: آر، ایس، او کا نصب العین۔ قرآن و

(باقی ص ۴۳ پر)

حسب نظراں!

نشہ قوت ہے خطرناک

مطیع اللہ عابد
جامعہ پشاور

یہ بات عموماً سننے اور دیکھنے میں آئی ہے کہ نشہ آور اشیاء کے انسانی زندگی پر کئی طرح کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ نشہ انسانی جسم، صحت اور روح کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ فرد واحد پر جس طرح نشہ غیر مثبت اثمرات مرتب کرتا ہے۔ اسی طرح بعض اشیاء ایک معاشرے یا قوم کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ نشہ ہوتا کیا ہے؟ عام معنی میں ہر وہ طریقہ اپنانا جو انسان کو دوسرے انسانوں سے بالاتر ہونے کے مغالطے میں مبتلا کر دے، ذہن ایک مقررہ حد سے تجاوز کر دے، خیالات اور تفکرات میں طغیانی آجائے اور انسان سرکشی و بے خودی میں مبتلا ہو جائے، سرور اور لذت نشے کا ایک عارضی سا اثر ہوتا ہے، بدمستی اور بے خودی کے لمحات کافی مختصر ہوتے ہیں۔ نشہ جس سرعت سے چڑھتا ہے اسی تیزی سے اتر بھی جاتا ہے۔ اور اترتے ہوئے نشہ کرنے والے کو تمام اقدار و اطوار سے نیچے اتار دیتا ہے، عالم بے خودی کے گذر جاتے ہی انسان کو اپنے اردگرد صرف اور صرف اپنے نقصان اور ضیاع ہی کے آثار نظر آتے ہیں۔

نشہ چرس کا ہو یا کوکین کا، شراب کا ہو یا شباب کا، دولت کا ہو یا طاقت کا انسان کے قابو سے باہر ہو جائے تو اسی انسان کے لیے تباہی و بربادی کا سامان کر دیتا ہے، دولت کا نشہ ایسا نشہ ہے جب یہ چڑھتا ہے تو اس وقت اترتا ہے جب نشہ کرنے والے کی ساری دولت اسکی عزت اور غیرت ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ دولت کا نشہ کرنے والا تباہی کے بعد جب ہوش میں آجاتا ہے تو صرف ٹھنڈی آہیں بھرتا رہتا ہے، دولت ہمارے انسان میں طاقت اور قوت آجاتی ہے اور میرے خیال میں دنیا کے تمام نشوں میں سے خطرناک نشہ قوت کا نشہ ہے یہ نہ صرف دوسروں کے لیے باعث مصیبت ہوتا ہے۔ بلکہ قوت کے نشے میں مبتلا آدمی کے لیے آخر میں یاس و ناکامی کا پیغام لاتا ہے کہتے ہیں کہ شرابی اور چرسی کو دوسرے لوگ کم تر اور اپنا آپ خلاؤں میں گھومتا نظر آتا ہے جبکہ قوت کے نشے میں مبتلا آدمی ہر ایک کو حقیر، اپنا زیر نگین اور خود کو بہت بلند سمجھتا ہے، شرابی کا جس طرح ہر اس ناصح سے بیر ہوتا ہے، جو اسے قرب شراب سے منع کرتا ہے۔ اسی طرح قوت کے نشے میں مبتلا آدمی کو بھی مشورے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اپنے ہی دھن میں مگن رہتا ہے اور بدمست سانڈ کی طرح آگے ہی آگے بڑھنے کا بھوت اس پر سوار ہوتا ہے قوت کا نشہ انسانی دماغ میں خناس بھر دیتا ہے اور پھر وہ تمام منصوبے اور ارادے جو اس کے دماغ کی پیداوار ہوتے ہیں، خناسی یا شیطانی منصوبے بن جاتے ہیں اور شیطان تو ازل سے

انسان کا دشمن رہا ہے، چنانچہ قوت کے نشے میں مبتلا انسان، شیطان بن کر انسانوں ہی کی قبا کو چاک کرتا ہے اور ایسے حالات پیدا کرتا ہے کہ انسان کے لیے تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

انسان کا جس نشے سے زیادہ واسطہ پڑا ہے وہ ہے نشۂ قوت یا تو انسان خود اس کا اسیر ہوا ہے یا پھر کسی ایسے انسان کے ہاتھوں انسانوں کو نقصان پہنچا ہے جو قوت کے نشے میں مبتلا رہا ہو۔

انسانی تاریخ میں کئی ایسے انسان گزرے ہیں جو اپنی بڑھتی ہوئی قوت اور طاقت کو سنبھال نہ سکے اور اس کے نشے میں مبتلا ہو گئے۔ عموماً ایسے لوگ کسی ملک کے بادشاہ یا مالدار افراد رہے ہیں، زیادہ دولت سے زیادہ قوت حاصل ہوتی ہے، اور زیادہ قوت انسان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنی قوت سے کچھ کر گذرے، کبھی کبھی کچھ لوگ طاقت کے نشے میں اپنی حد سے اس قدر تجاوز کر جاتے ہیں کہ اُن کو حد تک محدود کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ نئے اسباب زمین پر پیدا کرتا ہے۔

قصص القرآن میں ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی روداد میں ایک بادشاہ کا ذکر ملتا ہے، نمرود نامی اس بادشاہ نے اپنی زیادہ قوت اور دولت سے خود کو بادشاہِ عالم تصور کرنا شروع کیا انسانوں کو اپنے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا۔ پیغمبر خدا نے اُسے ایسا کرنے سے روکا، لیکن قوت کے نشے میں بدمست نمرود نے ان کے دلائل کو ٹھکرا دیا، لیکن قوت کے مالک ابراہیمؑ کے رب نے نمرود کی بے خودی کو ٹھکانے لگانے کے لیے اپنی مخلوق میں سے مچھر کو مامور کیا، جس دماغ میں قوت کا نشہ بھرا ہوا تھا مچھر اس میں گھس گیا اور عظیم نمرود کا یہ حال ہو گیا کہ ہر آنے والے سے یہ التجا کرتا، خدارا مجھے ایک عدد جوتا رسید فرمادے تاکہ مجھے سکون ملے۔

قصۂ موسیٰؑ میں فرعون نامی بادشاہ نے بھی خمارِ بادشاہت اور شرابِ قوت سے سرشار ہو کر خود کو خدا سمجھ بیٹھا، خدائے برحق نے اس کو ہوش میں لانے کے لیے اُسی کے گھر میں کلیم اللہ کی پرورش کرائی، جو بعد میں اُس کی قوت کو للکارنے لگا۔ اسی فرعون نے موسیٰ کا پیچھا کیا اور تمام دنیا پر اپنی بادشاہت جتانے والا فرعون مصر کے دریائے نیل میں غرقاب ہو گیا، اس کی بے روح لاش اب بھی عجائب خانۂ مصر میں ہر اُس آدمی کے لیے عبرت کا سامان ہے۔ جو قوت کے نشے میں بے خود ہو کر خدا بن بیٹھا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا واسطہ ایک اور ایسے ہی آدمی سے پڑتا ہے جو دولت کے خزانوں کا مالک ہوتا ہے، قارون دولت کے نشے میں اس قدر اپنے آپ کو اونچا سمجھنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی گہرائیوں کو حکم دیا کہ اُسے اپنے خزانوں کے بوجھ سمیت اپنے اندر سمو لے، وہ تاقیامت زمین میں دھنسا ہی رہے گا، شداد نے بھی دولت و اقتدار کے نشے میں مبتلا ہو کر خدا کے مقابلے میں جنت بنا ڈالی، لیکن اس کو اپنے آپ پر اتنا اختیار بھی نہ تھا کہ گھوڑے کی رکاب سے اس جنت کی زمین پر پاؤں رکھ سکے، ابوجہل نے قوت سرداری میں محبوبِ خدا کو بُرا بھلا کہا، لیکن اللہ نے اُس بڑے سردار کا برا انجام، دو کم عمر لڑکوں معوذؓ و معاذؓ کے ہاتھوں تمام کر دیا۔

ان تمام سورماؤں کی کہانیوں کا ایک ہی انجام ہوا کہ قوت اور دولت کے نشے کے اثرات کبھی بھی اچھے نہیں نکلتے، سکندر و چنگیز ہو کہ ہلاکو و دارا ہو تمام نے اپنی حد تک کوشش کی، قوت کے بل بوتے پر دنیا کو اپنے قدموں تلے لائے۔ لیکن نشہ اترنے ہی کے لیے چڑھتا ہے۔ اور اب ان کی داستان تک نہیں ہے داستانوں میں۔

صدیوں کا پھیرا چلتا رہا، گردش دوراں حرکت میں رہا اور آخر کار بیسویں صدی کا سورج طلوع ہوا۔ نئی صدی کے آغاز پر ہی اہلیانِ مغرب نے پیش گوئیاں دینی شروع کیں کہ

بیسویں صدی صدی ہماری صدی ہوگی۔ اس صدی میں امن اور بھائی چارے کا دور دورہ ہوگا، کوئی اپنی کل مختاری کا دعوی نہ کر سکے گا جمہوریت اور مساوات کے اس دور میں سب انسان اور معاشرے برابر ہوں گے، کوئی قوت والا اپنے نشے کی وحشت میں کسی دوسرے کے حقوق کو پامال نہ کر سکے گا، چاروں سو ہمارے ہی نام کی دھوم ہوگی، کیونکہ ہم امن کے پجاری ہیں، استبداد و استعمار کے دن گزر گئے، فرعونیت اور چنگیزیت کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔

غرض زائچے کشی اور فال بین اس بات ہی کا گمان کر رہے تھے کہ بیسویں صدی انسانیت کی معراج کی صدی ہوگی۔ یہ پیشن گوئیاں جاری ہی تھیں کہ اہلیان مغرب بیسویں صدی کے چودھویں سال ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوگئے، وہ تمام زائچے خاک میں مل گئے لندن و برلن کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔

اس پہلی جنگ میں دنیائے مغرب کو نقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا، طاقت کا وہ نشہ تھا جو سب کے ذہنوں پر سوار تھا اور وہ پاگلوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ اس بڑی جنگ کے اثرات زائل نہیں ہوئے تھے کہ بیس سال کے بعد جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر میں روح چنگیزی عود کر آئی اور وہ تمام دنیا کو نازی افواج کے ذریعے پامال کرنے کا عزم کر کے اپنے ہی مغربیوں پر چڑھ دوڑا، طاقت کے ساتھ بہترین منصوبہ بندی کی کمی کی بنا پر ہٹلر کو روس کے محاذ پر موسمی حالات کی وجہ سے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور اس طرح بیسویں صدی کے اس چنگیز کو زیادہ موقع نہ ملا کہ دنیا کو تاراج کر سکے۔

ہٹلر تو اپنے ہاتھوں اپنی موت کا سبب بنا اور دنیا دوسری جنگ عظیم کے بعد دو بلاکوں میں بٹ گئی، مشرق و مغرب کے نام سے دو حریف سامنے آئے، وارسا اور نیٹو کے نام سے دو کیمپ بن گئے، جرمنی کی بندر بانٹ ہوئی، دنیا کو اپنا تابع بنانے کے لیے ایک دوسرے کو سپر پاور کا نام دیا گیا، روس امریکہ نے اپنے ہی مفادات کے لیے دنیا کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے دو الگ الگ نظام بنائے، ایک اشتراکی نظام کا راگ الاپنے لگا اور دوسرے نے سرمایہ داری کے فیوض اور برکات سے دنیا کو آگاہ کرنا شروع کیا مشرق وسطی میں امریکہ نے اپنی جائیداد کی حفاظت کے لیے اسرائیل کو ایک پالتو کتے کے طور پر عربوں کے سروں پر کھڑا کر دیا تاکہ کوئی اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے، بھارت کو روس نے بطور چوکیدار جنوبی ایشیاء کے ممالک کے سر پہ بٹھا دیا، سپر طاقتی کا سارا کھیل صرف اور صرف اس لیے رچایا گیا کہ ان کے طاقت اور قوت کی بھونڈی صورت کو کوئی پہچان نہ سکے، تاکہ کوئی یہ جان نہ لے کہ ان کا یہ مجسمۂ طاقت خود ان تیسری دنیا کے ممالک کے سہارے کھڑا ہے۔

جدید دور کے جدید حربے وقت کے ان نمرودوں اور فرعونوں نے اختیار کر رکھے ہیں، کمزور ملکوں کو معاشی و سیاسی بحرانوں میں مبتلا کر کے اپنا محکوم بنا لیتے ہیں، قارون کی طرح دولت کی چابیاں اونٹوں کے بجائے انسانوں پر لاد دیتے ہیں، روس امریکہ سے آگے نکلنے کی کوشش میں ہے اور امریکہ اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں، روس کو ملک در ملک فتح کرنے کا جنون ہے اور امریکہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دنیا کو کنٹرول کرنا چاہتا ہے، دونوں کو وہی بیماری ہے، وہی ایک خبط ہے، ایک ہی عارضہ ہے اور وہ ہے نشہ قوت، جب ان کے خیال کے مطابق ساری دنیا ان دونوں کے زیر اثر آگئی ہیں اور وہ جو کچھ بھی چاہے کر سکتے ہیں، اس خیال کے تحت روس نے جلد بازی سے کام لیتے ہوئے افغانستان پر فوج کشی کی۔ مشرقی یورپ کے جو ملک روس نے چند ہفتوں میں مفتوح کر لیتے تھے۔ وہ افغانستان سے آبادی اور رقبے کے لحاظ سے بڑے تھے اس لئے روس کو بھی یہی خوش فہمی تھی کہ افغانستان کو وہ بطور گزرگاہ

استعمال کر کے بحرِ ہند کے گرم پانیوں اور خلیج کے تیل کے کنوؤں تک باآسانی رسائی حاصل کر سکے گا۔ ایوان ہائے اقتدار میں اپنی مرضی کے نام نہاد حکمران بٹھا کر فضا کو اپنے لیے سازگار سمجھا، دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے اقوامِ متحدہ کی پیشانی پر جو اخلاقی، قانونی کی فہرست ان صاحبانِ ویٹو نے آویزاں کر دی تھی، وہ فہرست روس نے افغانستان پر حملہ کر کے عملی طور پر پھاڑ دی۔ بہترین فوج اور جدید اسلحہ اس زمانے کا وہ نشہ ہے جس میں بے خود ہو کر روس نے

نہتے افغانوں پر چڑھائی کی، یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ افغانستان پر فوج کشی کا حکم دیتے وقت آنجہانی بریژنیف کے ہاتھ میں ووڈکا کا بھرا ہوا گلاس تھا، یعنی ایک طرف نشۂ قوت اور اس پر خمارِ شراب!

روس نے افغانستان پر چڑھائی تو کر دی لیکن نمرود کے جانشین بن کر اُسے یہ بھی سوچنا چاہیئے تھا کہ یہ دیس ابراہیمؑ کے ان وارثوں کا دیس ہے جو قدرت کی ہر آزمائش میں بلاخوف و خطر کود پڑتے ہیں، فرعون کے ان متوالوں کو یہ خیال کیوں نہ آیا کہ سرزمینِ افغانستان کا ہر بچہ موسیٰ اور ہر دریا نیل بھی بن سکتا ہے، لیکن روس تو نشے میں تھا اور نشہ اتارنے کے لیے مار پیٹ کی ضرورت ہے جو افغانوں نے روس کی خاطر خواہ کر دی۔ روس کو وہ مار پڑی کہ نہ صرف اس کے سر سے فتح کا بھوت اتر گیا بلکہ اس کی افواج ساز و سامان چھوڑ کر دریائے آمو کے پار ہو گئیں۔

روس کی واپسی کا دن تھا اور نہ آج کا دن، روس کی ذہنی اور دماغی حالت اپنی جگہ پر واپس نہیں آئی۔ ذہن اور دماغ ہی کیا اس کی تو سیاسی اور معاشی حالت بھی دگرگوں ہوتی جا رہی ہے اب وہ چھوٹے چھوٹے ممالک سے چاول اور گندم مانگتا پھر رہا ہے، جس طرح نمرود کی کھوپڑی میں مچھر گھس گیا تھا اور وہ ہر آنے والے چھوٹے بڑے سے درخواست کرتا تھا کہ وہ اس کے سر پر ایک جوتا رسید کریں، یہی حال اب روس کا ہے۔

جب روس ہر طرح سے شکست و ریخت کا شکار ہو گیا، تمام دنیا کی روس سے جو توقعات اور خوش فہمیاں وابستہ تھیں وہ ایک ایک کر کے دم توڑ گئیں تو ایسے میں امریکہ نے اپنا پرچم سب سے بلند کیا اور دنیا میں مشہور کر دیا کہ کوئی ملک بھی امریکہ کی ٹکر کا نہیں۔

اس نے افغان مجاہدین کی فتح مبین کو اپنے کھاتے میں ڈال دیا اور اس بات پر اترانے لگا کہ افغان مجاہدین کو جو اتنی بڑی کامیابی نصیب ہوئی وہ سب امریکی امداد کی مرہونِ منت ہے۔ جب امریکہ کو اپنا کوئی حریف نظر نہیں آیا اور سارا میدان اپنے سامنے خالی دیکھا تو اپنے منصوبوں اور صدیوں کے ارمانوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے اُس نے ایک بڑی سازش کی۔ عراق کا وہ صدر جو آٹھ سال تک امریکی مفادات کے دفاع کے لیے ایران کے خلاف بے مقصد جنگ لڑ چکا تھا، اُسی عراقی صدر صدام حسین کو امریکہ نے شہہ دی کہ وہ کویت پر اپنا حق جتا کر حملہ کر دے اور اپنی طاقتوری کا مظاہرہ کرے۔

•صدر صدام حسین کے پاس طاقت زیادہ تھی لیکن فہم و فراست کی شدید کمی اور یہی چیز اس کے لیے اور پورے عالمِ عرب کے لیے تباہی کا سامان پیدا کر گئی، امریکہ کا وہ خواب کہ اسرائیل پورے عرب پر ایک جاگیردار کی طرح دھرنا مار کر بیٹھ جائے، عربوں کے باہمی اختلافات اور غفلت نے پورا کر دیا۔ کویت اگرچہ واپس اُن کے سابق امیروں کو مل گیا لیکن علاقے پر امریکہ کی عملداری پہلے سے زیادہ پختہ ہو گئی، اسرائیل اب پہلے سے بڑھ کر فلسطینیوں کا خون چوسے گا

صدام حسین کو نشۂ قوت تھا اور دوسرے عرب ممالک کو نشۂ دولت، ان نشوں نے سب کو دشمن کی سازشوں میں پھنسنے پر آمادہ کیا بے خود اور بے ہوش آدمی اپنے مفاد کا کبھی بھی سوچ نہیں سکتا، یہی خیال کر کے امریکہ

عربوں کی سرزمین پہ قدم جمانے میں کامیاب ہو گیا اور عراقیوں کا بے دریغ خون بہا کر امریکہ نیک نام رہا، اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کی بربادی کا سامان خود ان ہی مسلمانوں نے ترتیب دیا۔

آج امریکہ کو تمام دنیاوی وسائل میسر ہیں، اسرائیل کو امریکہ کی پشت پناہی حاصل ہونے کے باعث کوئی اس کے سامنے کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کرسکتا، طاقت اور قوت کے تمام ذرائع اپنے سامنے مسخر کر کے امریکہ اپنے آپ کو سپر پاور کے بجائے سپریم پاور تصور کر رہا ہے، قوت اور طاقت کے گھمنڈ میں آج امریکہ دنیا کو اپنے سامنے سربسجود تصور کر رہا ہے، اسرائیل نہتے فلسطینیو کو فرعونیت دکھا رہا ہے، بھارت اپنے مذموم عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کشمیریوں کے حق خودارادیت پر خزانے کے سانپ کی طرح بیٹھا ہوا ہے، قوت کا نشہ اگر کل فرعون کو تھا اور اگر آج امریکہ اس میں مبتلا ہے، اپنی قوت بازو پر اگر کل نمرود کو ناز تھا تو آج اسرائیل کو ہے۔ اس نے اپنی افواج کے زور پر اگر چنگیز کل انسانوں کو مرعوب کرتا تھا تو آج بھارت اپنی افواج کو بہت زیادہ باکمال سمجھ رہا ہے نشہ ہمیشہ ایک ہی طرح کا ہوتا ہے اور نشے کا انجام بھی ایک ہی کا ہوتا ہے، آج کے ترقی یافتہ اور وسائل یافتہ ممالک کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ قوت و طاقت کا یہ چند روزہ کیف و سرور بعد میں بہت سی پشیمانیوں کا سبب بن جاتا ہے۔ اگر کل ان سرکشوں کی سرکوبی کے لیے ابراہیم اور موسیٰ سامنے آسکتے تھے، اگر کل ابوجہل اور راجہ داھر کے نشہ کی قوت کو ختم کرنے کے لیے معوذ ومعاذ اور محمد بن قاسم جیسے جوان پیدا ہوسکتے تھے تو آج بھی بعید نہیں کہ ایسا ہو جائے۔

امریکہ اگر ایسے نظام کا خواہاں ہے جس میں وہ فرعون بن کر تمام دنیا کو اپنے سامنے سربسجود کر دے گا، تو فرعون کا وہ انجام بھی اپنے سامنے رکھے، کہیں کل کلاں وہ بھی فرعون کی طرح خلیج کے پانیوں میں ہچکولے کھاتا نظر آئیگا اور کوئی اس کے مردہ لاش کو اٹھانے والا نہ ہوگا، اگر اسرائیل اپنے قوت بازوؤں پہ اتنا نازاں ہے اور نمرود کی طرح نشہ قوت میں فلسطینیوں کے حقوق کو پامال کرتا جا رہا ہے تو پھر اس مچھر کو فراموش نہ کریں جو نمرود کی کھوپڑی میں گھس کر اُسکے حواس پر چھا گیا تھا، کہیں کسی فلسطینی جوان کا مارا ہوا پتھر اسرائیلی وزیراعظم شیمر کی کھوپڑی میں روشندان نہ بنادے

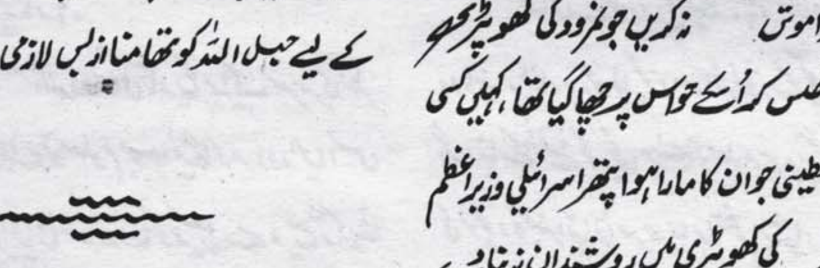

آج بھارت کشمیریوں کے نعمت آزادی کو غصب کر رہا ہے۔ ان کے حق آزادی چھین رہا ہے۔ لیکن کشمیر کی وادی کی گہرائیاں کہیں اس کے جسم کو جمہوریت سمیت کھینچ نہ لیں اور پھر قارون کی طرح اُسے کوئی نکالنے والا نہ ملے۔

آج مسلمان ایک جسم و جان ہو کر خس و خاشاک کی طرح منتشر ہیں، اپنی ہی قوت اپنوں پر ہی خرچ کر کے اپنے لیے مزید نقصانات پیدا کر رہے ہیں۔ انسانیت کی تباہی کرنے والے سکندر و چنگیز کے ہم زلف آج نشہ قوت میں مبتلا ہیں، مسلمانوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ لوہا ہی لوہے کو کاٹ سکتا ہے، باطل کی طاقتوں کا خاتمہ ایمان کی طاقت سے ہی ممکن ہے۔ ایک ہاتھ کی پانچ انگلیاں مل کر مکا بنا دیتی ہے جس سے ہر نشہ قوت میں مبتلا قوت کا منہ سیدھا کیا جا سکتا ہے، انگلیاں مجتمع کرنے کے لیے حبل اللہ کو تھامنا از بس لازمی ہے!

مرزا خیل

روس — مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن

بارھویں صدی عیسوی میں روس کی جغرافیائی سرحد میں ایک چھوٹی سی ریاست کی صورت میں صرف پانچ سو مربع میل تک محدود تھی، لیکن آہستہ آہستہ مختلف ادوار میں کئی ہمسایہ ممالک اور اقوام کو بربریت اور جارحیت کے بل بوتے پر اپنے زیر تسلط لاکر پھیلتا جارہا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کل کی یہ چھوٹی سی ریاست آج رقبے کے لحاظ سے دنیا کا سب ے بڑا ملک بن گیا ہے. خصوصاً کمیونسٹوں کے برسر اقتدار آنے کے بعد اس کی ہوس ملک گیری میں اور بھی شدت سے اضافہ ہوتا رہا۔

اگر روس کی تاریخ پہ ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوجائیگا کہ ہر دور میں اس کے جغرافیائی سرحدوں کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لیئے انسانی قدروں کو پامال اور جبر و تشدد کا ہر حربہ استعمال کیا گیا، روس کی ہوس ملک گیری کی حقیقتیں تاریخ اس طرح بیان کرتی ہے۔

ستوھویں صدی عسوی میں سائبیریا کو ہڑپ کرنے کے اٹھائیس سال بعد پولینڈ سے مشرقی یوکرائن کو چھین لیا۔ ۱۷۲۱ء میں سویڈن پر حملہ کرکے اسٹونیا اور لیٹوونیا کی ریاستیں روس میں شامل کر لی گئیں اور پھر اس کے اکہتر سال بعد مغربی یوکرائن کو بھی اپنے ملک کا اٹوٹ انگ بنالیا، یہاں تک کہ ۱۹۴۰ء تک لتھوانیا، کرلینڈ، آرمینیا، بحرالکاہل کا جزیرہ سکھالین، ترکستان، تاشقند اور بحیرہ بالٹیک کی ریاستیں بھی روس میں ضم کرلی گئیں، ان کے علاوہ بھی کچھ ایسے ممالک ہیں جو بظاہر اپنی الگ حیثیتوں کے باوجود عملاً روس کے باجگزار اور زیر تسلط ہیں۔

مثال کے طور پر پولینڈ، چیکوسلواکیہ رومانیہ، بلغاریہ، جنوبی یمن اور افریقہ کے کچھ ممالک اگر دنیا کے نقشے کو دیکھا جائے تو معلوم ہوجائیگا کہ روس کی موجودہ جغرافیائی سرحدیں براعظم ایشیاء اور براعظم یورپ کے نصف سے زیادہ رقبے میں پھیلی ہوئی ہیں اور حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج کے روس کا جو نقشہ ہے وہ ہر دور میں اس کی جارحیت، بربریت، وحشت سرقہ اور ڈاکہ زنی کے نتیجے میں ابھرا ہے۔ جس کی وجہ سے ذکر شدہ ممالک اور علاقوں کی مختلف اقوام روسی جہنم میں جل رہے ہیں اور ان کی سیاسی، اقتصادی اور معاشی حالت کو اپنے سیاسی اغراض کے تحت اس قدر ناگفتہ بہ بنا دیا ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

چونکہ کمیونزم ہر مذہب اور خصوصاً اسلام کا بدترین دشمن ہے، اسلام اس کے لیئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اس لیے بے جا نہ ہوگا کہ ان ریاستوں کا جو خالصتاً مسلم ریاستیں تھیں۔ بھی ذکر کیا جائے کہ روس نے انہیں ہڑپ کرنے کے بعد وہاں کی اکثریت کو کس طرح اقلیت میں تبدیل کرنے کی کوششیں کیں۔

ترکستان: ترکستان کا مشرقی حصہ سنکیانک کہلاتا ہے جو آج کل چین میں شامل ہے. جبکہ مغربی ترکستان جو پانچ ریاستوں پہ مشتمل ہے، روسی حکومت میں شامل ہے، روسی ترکستان کی ریاستیں یہ ہیں۔

قازقستان

یہ ترکستان کی سب ریاستوں سے بڑی ہے، پندرہ صوبوں پر مشتمل ہے اور آبادی تقریباً ۱۵ لاکھ نفوس کے لگ بھگ ہے، یہاں کافی معدنیات پائے جاتے ہیں، جن میں فاسفیٹ، تیل اور دیگر معدنیات بکثرت پائے جاتے ہیں، کمیونسٹوں نے ۱۹۳۶ء میں اس پر حملہ کر کے روس کا حصہ بنایا۔

۲۔ تاجکستان

اس کی سرحدیں افغانستان چین اور ازبکستان سے ملتی ہیں، اس کی آبادی ۳۰ لاکھ اور رقبہ ۴۵ ہزار مربع میل ہے اور دارالخلافہ دوشنبہ ہے۔

۳۔ ازبکستان

اس کا رقبہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ مربع میل اور آبادی ایک کروڑ کے قریب ہے۔ تاشقند اس کا دارالخلافہ ہے، دوسرا مشہور شہر سمرقند ہے، روسی ریاستوں میں سب سے زیادہ کپاس یہاں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ ترین قالین سازی کا مرکز ہے۔

۴۔ ترکمانستان

اس کا رقبہ تقریباً ۸۸ ہزار پانچ سو مربع میل تک پھیلا ہوا ہے، اشک آباد اس کا دارالخلافہ ہے یہاں جو دریا بہتے ہیں۔ ان میں دریائے آمو اور دریائے مرغاب بہت مشہور ہیں، یہاں کی پیداوار میں گندم، نمک، سنگِ مرمر، قدرتی گیس اور گندھک سرفہرست ہیں۔

۵۔ کرغستان

اس کا دارالخلافہ فرونزے ہے، آبادی تیس لاکھ اور رقبہ ۷۶ ہزار ۵ سو مربع میل سے زیادہ ہے۔ یہاں کی زرعی پیداوار میں کپاس، پھل، تمباکو اور چقندر زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔

متذکرہ بالا ریاستوں کے علاوہ روس میں کچھ ایسے علاقے بھی ہیں جو درحقیقت خالصتاً اسلامی مملکتیں تھیں، لیکن کمیونسٹ انقلاب کے بعد انکی الگ حیثیت ختم کردی گئیں اور انہیں جمہوریہ روس میں شامل کیا گیا۔ ان علاقوں کے نام یہ ہیں،

داغستان، کراشیا، قازان، حاجی ترخان تتاریا اور سائبیریا۔

سائبیریا میں پچاس لاکھ مسلمان آباد ہیں سائبیریا، روس کا سرد جہنم ہے اور حکومت اپنے سیاسی مخالفوں یا انقلابیوں کو بطورِ سزا یہاں بھیجتے ہیں، ایک زمانہ تھا کہ یہاں تاتاری مسلمان حکمران تھے۔

حاجی ترخان کسی زمانے میں مسلمانوں کی مملکت تھی۔ اس کے مشہور شہر کا نام استرخان ہے۔ اسی طرح تتاریا قازان، کراشیا اور داغستان بھی آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کے علاقے تھے۔ لیکن اشتراکیوں نے انہیں جمہوریہ روس میں ضم کرنے کے بعد یہاں مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کی غرض سے مسلمانوں پہ جو مظالم روا رکھے گئے تھے اس کی داستان نہ صرف وحشتناک اور المناک ہے بلکہ بہت طویل بھی ہے۔ جن کی چند مثالیں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۹۵۶ء میں کریمیا کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو یہاں سے جلاوطن کر کے سائبیریا بھیج دیا گیا اور اس طرح مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کیا گیا۔

کمیونسٹ انقلاب سے پہلے قازقستان میں روسیوں کی آبادی ۱۹ فیصد تھی، لیکن اشتراکی انقلاب کے بعد قازقستان کے اپنے باشندوں کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کیا گیا۔

اسی طرح تتاریا جہاں مسلمانوں کی آبادی ۴۵ فیصد تھی، ہوتے ہوتے ۲۵ فیصد کا بھی باقی نہیں رہا۔ بالشویکی حکومت نے یہاں کے لاکھوں ناکردہ گناہ مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اسی طرح قفقاز میں بھی مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ازبکستان، ترکمانستان اور تاجکستان میں روسیوں کی تعداد مرتیب وار ۲۰ فیصد، ۱۷ فیصد اور ۱۴ فیصد بڑھادی گئی۔

یہ تھا جمہوریہ روس میں مسلمان ریاستوں کو ضم کرنے اور پھر بعض مسلم ریاستوں اور علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے تاریخی حالات جن سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ۱۹۷۹ء میں روس کا افغانستان پر فوجی یلغار کا مقصد کیا تھا، یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچ سو مربع میل کے رقبے پر مشتمل کل کی روسی ریاست آج ۸۸ لاکھ مربع میل کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔ جس کے پس منظر میں افغانستان پر روسی مسلح جارحیت کا مقصد کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور پروگرام کے مطابق وہ اپنی

جغرافیائی سرحدات کو گرم پانیوں تک بڑھانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ جس سے نہ صرف روس کی سرحدوں میں توسیع پسندانہ عزائم مضمر تھے، بلکہ اس طرح ایک ایسی بندرگاہ جو سارا سال قابلِ استعمال ہو، ہاتھ آنے کے علاوہ خلیج کی ریاستوں میں سیال سونا یعنی پٹرول کے ذخیروں پر قبضہ جمانے کی خواہش بھی انگڑائیاں لے رہا تھا، لیکن روس کو افغانستان پر مسلح جارحیت کا یہ سودا بہت مہنگا پڑا اور نہ صرف بہت مہنگا پڑا بلکہ اس کی رسوائی اور تباہی کا بھی موجب بنا جس کے نتائج آج ساری دنیا کے سامنے ہیں۔

افغانستان پر فوجی حملے اور نہتے افغان عوام کے ہاتھوں شکستِ فاش کی وجہ سے روس آج اتنا بے لبس ہے کہ افغانستان پر جارحیت سے پہلے وہ ہر عالمی مسئلہ پر اپنے حریف کے مدِ مقابل ایک چٹان کی طرح حائل تھا اور سیاسی سودے بازی میں اپنی مرضی کے مفادات کے حصول کے بغیر روس کے تمام مخالفین اس کے سامنے مجبور تھے، لیکن افغان عوام سے ٹکر کے نتیجے میں آج تباہی کے اس مقام پر جا پہنچا ہے۔

جہاں آڑے وقت میں اپنے ایک دوست ملک عراق کی اخلاقی مدد بھی نہ کر سکا اور اسطرح خلیج کی جنگ میں اسے دھوکہ دے کر اپنے ازلی دشمنوں کے ہاتھوں شکست دلوائی، یہ تھا روس کا اخلاق کہ جس نے کبھی بھی مشکل وقت میں جہاں اس کے اپنے ذاتی مفادات نہ ہوں کسی بھی دوست کو ہاتھ نہیں دیتا۔

بقیہ: اراکان ....

سنت کے مطابق اقامت دین کیلئے جدوجہد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔

پروگرامز: مندرجہ بالا نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے درج ذیل پروگرامز ترتیب دیئے گئے ہیں۔

دعوت وتربیت: برما ایک ایسا ملک ہے جہاں کی حکومت شدید اسلام دشمن پالیسی پر کاربند ہے اور جہاں مسلمانوں سے ان کی آزادی اور بنیادی حقوق چھین لیے گئے ہیں۔ انہیں آزادی اظہارِ رائے اور آزادی اجتماع سے محروم کر دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی اپنے ملک کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل وحرکت پر پابندی عائد ہے۔ عام مذہبی رسوم کی ادائیگی سے بھی مسلمانوں کو روکنے کی کوششیں کیجاتی ہے ایسے حالات میں دعوت کا کام انجام دینے کے لیے انتہائی احتیاط برتنا لازمی ہے۔

ان تمام حقائق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تنظیم نے مسلم اور غیر مسلم آبادی میں دعوتِ دین کے لیے ہر ممکن قدم اٹھایا ہے۔

تنظیمی یونٹس اور لائبریریاں قائم کی گئیں۔ تربیتی ٹریننگ کیمپوں کا اہتمام کیا گیا، دعوت کے ساتھ ساتھ سماجی بھلائی اور اسلامی لٹریچر کی تقسیم نیز یہ لٹریچر برمی زبان میں ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو سماجی، معاشی اور تعلیمی میدانوں میں مدد دے کر ان کا معیار بلند کرنا اور انہیں اُمت کا فعال حصہ بنا کر زندہ رہنے کے قابل بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس سلسلے میں تعلیمی سماجی اور معاشی میدانوں میں کام ہو رہا ہے ذہین طلبا کو وظائف دیئے جا رہے ہیں۔

ماڈل مدرسہ پروجیکٹ شروع کر دیئے گئے ہیں اور مدرسوں اور مساجد کی مالی امداد کی جا رہی ہے۔ مستحقین میں خوراک، ادویات اور کپڑوں کے علاوہ نقد امداد دی جاتی ہے نیز قابل اور ذہین افراد کو قرضہ حسنہ دیا گیا ہے اور خود کفالتی کے چھوٹے چھوٹے منصوبے شروع کئے گئے ہیں

تنظیم اراکان مسلمانوں کو ان کا مقام دلانے کے لیے عملاً جہاد کی تیاری کر رہی ہے ساتھ ہی عالمی رائے عامہ کو ہموار کرنے اور دیگر انقلابی تنظیموں کے ساتھ یکجہتی اور رابطہ وروابط کی کوشش بھی جاری ہیں۔

افسانہ

احساس

تحریر: الحاج ننگیال

ترجمہ: سلطان صدیقی

باشی گل علم جب بھی دشمن کی بمباری سے ہونے والے گاؤں کو دیکھتا تو ہر بار اس کے ذہن کے پردوں پہ چند سال قبل شاہراہ سالانگ کی تعمیر کا منظر دکھائی دینے لگتا۔ بڑے اور بلند پہاڑوں کو چیرنے کا ہر ایک لمحہ بلڈوزروں، کرین، بارود کی سرنگیں اور اس قسم کی دوسری چھوٹی بڑی مشینیں اور آلات و وسائل سینکڑوں مزدوروں اور ٹیکنیشنوں سمیت اس کی آنکھوں کے سامنے آکھڑے ہوتے۔

پہاڑ کے بڑے بڑے پتھروں کا ٹوٹنا اور پھسلنا اس کی نظروں کے سامنے گزر جاتا، ان درجنوں مزدوروں کے چہرے باری باری اسے دکھائی دیتے جو بارود بھری سرنگوں کے پھٹنے بلندی سے پہاڑی پتھر گرنے یا کام کے دوران دوسرے واقعات میں ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ اسی طرح جینز کی زرد وردی میں ملبوس پسینے سے شرابور گرد میں اٹا ہوا اور دھوئیں میں گم سرنگ سے ملبہ نکال کر باہر پھینکنے کے لیے بڑا بلڈوزر چلاتے ہوئے اپنا آپ بھی اسے نظر آجاتا۔ روسیوں کے ساتھ اس شاہراہ کی تعمیر کا مشکل اور تاوانی کام، افغان کارندوں اور مزدوروں کے خون پسینے کے بدلے میں روسیوں کے لیے ڈالروں کے حساب سے معاشی اور دوسرے لاجسٹک کی فراوانی گویا پورا دفتر اس کی نظروں میں آجاتا۔

اللہ عالم کہ اس تصور نے باشی گل عالم کے ذہن پہ کیا جادو کیا تھا کہ یہ تصور ہمیشہ اسے تھکا دیتا۔ اسے اپنا آپ ملامت اور شرمندہ نظر آجاتا۔ وہ شاہراہ جس کی تعمیر میں اس نے کئی سال پسینہ بہایا تھا اور درجنوں کارندوں اور مزدوروں کے خون سے تعمیر ہوا تھا۔ کے ذریعے اس کے لوگوں اور عوام کے قتل عام اور تباہی و بربادی کے لیے روسی ٹینک و توپیں گھس آئی تھیں۔

باشی گل علم کی سوچوں اور فکروں کا یہی ایک محور نہیں تھا کہ اس سے خود کو نکال لیتا۔ اگر اس سمندر سے خود کو نکال لیتا تو پھر نغلو کے بجلی گھر کی تعمیر کا کام اسے گھیرے میں لے لیتا۔ سینکڑوں روسی مشیروں کی نگرانی اور ہدایت میں بند کی تعمیر اور بجلی گھر کا قیام، ٹربائین کی تنصیب، ہوائی اسٹیشن کی تعمیر اور ایسے دوسرے کام اس کی نظروں کے سامنے یکے بعد دیگرے آجاتے دس سالوں کی طویل مدت میں کروڑوں افغانی روپے کی لاگت، سینکڑوں روسی مشیروں کی تنخواہیں ان کے لیے سہولتوں سے پُر جدید رہائشی مکانات، سوئمنگ پول، گرمیوں اور سردیوں کے سینما ہال، والی بال، پنگ پانگ اور اسی قسم کے دیگر کھیلوں اور کھلاڑیوں کی کمر توڑ اخراجات وغیرہ کی کہانیاں یاد آجاتیں۔

اور پھر سوچوں میں اپنی ڈیوٹی کے سلسلے میں اس لمحے تک پہنچ جاتا جب وہ پرندے کی طرح بلند آہنی ستونوں پہ لوہے کے سخت تار بچھاتا اور کھینچتا۔ اس نے شاہراہ سالانگ اور نغلو بجلی گھر کی تعمیر کے دوران روسیوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے روسی زبان کافی حد تک سیکھ لی تھی۔

اس کے بدن میں آگ کے شعلے سے بھڑک جاتے جب روسیوں کی نگرانی میں اسے اپنی دوڑ دھوپ اور کام کی تھکاوٹ یاد آجاتی، ساتھ ہی روسیوں کے پھولے ہوئے چہرے، سبز

آنکھیں، مضبوط اور موٹے جسم فولادی ٹینکوں کے اوپر آنکھوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔ جو ملک کے چھوٹوں بڑوں اور جوانوں کے سینے پر وحشت کے تیر پیوست، ان کا ملک ویران ان کے گاؤں و دیہات اور مکانات نذر آتش کر رہے ہیں، بالکل وہی چہرے۔

ہاں! باشی گل علم کو فنی اور علمی تجربوں کی بھٹی نے ایسا کندن کیا تھا کہ کوئی پرانے لوہے کا ٹکڑا اس کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اس سے کچھ نہ کچھ بنا دیتا، مستری تھا، خراد کا کام کرتا تھا بلڈوزر چلاتا تھا، ویلڈنگ کے کام میں ماہر تھا اور اسی طرح دوسرے کاموں میں روسی فنی ماہرین اور انجینئر گویا اس کی جوتی کے برابر بھی نہیں تھے لیکن وہ کیا کرتا۔ جب تمام اداروں کا اختیار غیروں کے ہاتھوں میں دیا گیا تھا۔ جب بھی کہیں کوئی کارخانہ صنعت و حرفت کا ادارہ یا مواصلات وغیرہ کا کوئی منصوبہ زیر غور ہوتا اور اسے قائم کیا جاتا تھا تو باشی گل علم اس میں حاضر ہوتا، باشی گل علم کا آخری کام بنائی ساختمان کی ڈائرکٹوریٹ میں کرین چلانے کا کام تھا۔ جہاں وہ مکروریان کی تعمیر میں دیواروں کے بلاک دوسری تیسری اور چوتھی منزل تک کرین کے ذریعے پہنچاتا تھا۔ یہ کام سب سے زیادہ اسے اپنی محکومیت کا احساس دلاتا تھا اور وہ رنجیدہ ہو جاتا۔

اس کے خیال کے پردوں میں ان وسوسوں نے جڑیں پکڑی تھیں کہ وہ رہائشی بلاک جس کی دیواریں اس کے ماتھے کے پسینوں سے کھڑی تھیں۔ ان میں اس کی قوم کے قاتل لوگوں کے خون کے شراب میں مست پڑے ہیں یوں لگتا تھا جیسے روسی جارحیت کی ذمہ داری کا بوجھ اس نے اپنی کندھوں پر ڈال دیا ہو۔ ویران دیہاتوں اور لوگوں کے سامنے وہ درد وغم سے جل اٹھتا خصوصاً اس وقت جب بری نامی پہاڑی چوٹی کے دامن میں واقع "تھکے ہوئے دستوں" کے کئی گروپوں کے شہیدوں کی قبروں پر اس کی نظریں پڑتیں تو وہ یوں نادم ہو جاتا گویا ان کی شہادت میں اس کا بھی ہاتھ ہو، ایسا لگتا تھا کہ ان تباہیوں اور مظالم کو دیکھنے کا اس میں یارا نہیں تھا۔

باشی گل علم جب کبھی درد سے اپنی انگلی دانتوں میں دباتا اور ان تین انگلیوں کی طرف دیکھتا جو خراد کی مشین پر کام کرتے ہوئے مشین میں پھنس جانے کے باعث ٹوٹ گئی تھیں تو وہ شرمندہ ہو جاتا، گاؤں کا محمد دین نامی مجاہد اس کے تصور میں آجاتا جو قہقہہ مار کر ہنستا۔ گزشتہ سال ایک جھڑپ کے دوران اس کا بایاں ہاتھ مشین کے گولوں سے ٹوٹ کر اڑ گیا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو جاتا گویا مجاہد محمد دین اس کے زخمی ہاتھ پر ہنس رہا ہے، اس کا دل بھر جاتا۔ اپنے دانتوں کو سختی سے دباتا اور اس ارمان کا ایک شعلہ سا اس کے دل میں گھوم جاتا، کاش اس کی انگلیاں بھی جہاد کے دوران دشمن کے گولے لگنے سے ٹوٹ جاتیں۔

اس تصور کے ساتھ ہی اس کے ماتھے پر سرد پسینہ آجاتا۔ اس کے ہونٹ خشک ہو جاتے اس کا دل ڈوب اور ایک نامعلوم درد سے اس کا بدن جل رہا تھا۔

باشی گل علم ان وسوسوں اور سوچوں سے اپنی زندگی کے تاریک ماضی کے طوفان میں گم ہو جاتا تو پل چرخی جیل میں چھ ماہ کی مہمان نوازی، تعذیب اور زیادتیاں ان تاریکیوں میں اسے ایک معدوم سی چنگاری دکھاتا اور وہ چھ ماہ کی قید کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتا۔ اسے ۱۹۸۰ء میں مکروریان میں روسی مشیروں کی رہائشی بلاکوں کے ساتھ بم دھماکے کے الزام میں اس وقت گرفتار کیا تھا جب وہ دوسرے بلاکوں کی تعمیر میں کرین چلا رہا تھا۔ اور اس چھ ماہ کی قید نے اسے حوصلہ دیا تھا۔

آج باشی گل علم کے ذہن سے ان تمام وسوسوں اور اندیشوں نے کوچ کر لیا ہے۔ اب اس نے اپنے ناکردہ گناہوں کے کفارے کے راستے معلوم کر لئے ہیں۔ اس نے چھ ماہ کی قید سے اچھی طرح نصیحت حاصل کی تھی اب وہ بالکل مطمئن اور پُرسکون تھا کہ واقعی اس نے اپنا سابقہ

(باقی صفحہ ۵۲ پر)

افغان مجاہدین کی مکمّل فتح دُور کیوں؟

تحریر: خالد اقبال بٹ خیلہ مالاکنڈ ایجنسی

جب سوویت یونین سمرقند و بخارا اور دوسری ریاستوں پر قبضہ کر کے دنیا میں سپر پاور کے نام سے روشناس ہوا تو اس کی ظلم و بربریت کی پیاس ابھی تک نہ بجھی اور اس نے اپنے سرخ پنجے افغانستان میں گاڑنے کی کوشش کی۔ تو افغان قوم نے اپنی تاریخ کو دہرایا اور میدانِ جنگ میں کود پڑی۔ انہوں نے جس بے سروسامانی کے عالم میں جہاد شروع کیا وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔

شروع شروع میں اسلام کے ان جانثاروں اور آزادی کے متوالوں کو باغی شرپسند اور لٹیرے وغیرہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ لیکن جب نصرتِ خدا اور شہیدِ اسلام جنرل محمد ضیاء الحق جیسے حکمرانوں کی امداد ملتی گئی تو پھر ان چند قبائلی افراد نے جو وطن اور دین کی خاطر لڑ رہے تھے۔ جنگِ بدر کے تین سو تیرہ مجاہدین کے جذبۂ جہاد اور قوتِ ایمانی کی یاد تازہ کر دی۔ اور اسی طرح یہ جہاد موجودہ مرحلے تک پہنچا اور روس واپسی پر مجبور ہوا

"لوگ آتے گئے" اور کارواں بنتا گیا

روس ایک جارح ملک کی حیثیت سے افغانستان میں داخل ہوا لیکن افغان مجاہدین کی تحریکِ مزاحمت نے اسے وہاں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا اور اپنے دین اور آزادی کی قیمت پندرہ لاکھ افراد کی شہادت کی شکل میں دی۔ روس کے جانے کے بعد اب افغان قوم اس بارے میں مکمل طور پر آزاد ہے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ اور تعین خود کرے۔ کسی بیرونی دباؤ یا تحریک کے تحت وہ کوئی فلسفہ اور کوئی نظامِ حکومت قبول کرنے کے پابند ہیں اور نہ تیار۔ افغان مجاہدین کو افغانستان کے مستقبل کے تعین اور امن کی تکمیل کے لیے ان کی مرضی کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ روس جیسی سپر پاور بھی ایسا نہ کر سکی۔

افغانستان میں قیامِ امن کی راہ میں اب صرف نجیب حکومت حائل ہے جو روس کی حکومت اور تائید سے برسرِ اقتدار ہے۔ روس اس کی عملی امداد، حمایت اور تائید سے دستبردار ہو جائے تو یہ حکومت چند دن میں ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد افغانستان میں امن کی تکمیل بھی کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔

افغانستان کا تنازعہ بھی روسی مداخلت کا نتیجہ تھا اور امن کا مسئلہ بھی یہ دونوں مسئلے روسی مداخلت کے خاتمے سے ہی حل ہو سکتے ہیں۔

مجاہدین کی تحریکِ مزاحمت اس وقت شروع ہوئی تھی جب ابھی روس افغانستان میں داخل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس وقت روس کی امداد اپنے حواریوں کے لیے آ رہی تھی اور اب بھی یہی صورتحال ہے کیوں کہ روس تو افغانستان سے نکل چکا ہے لیکن ابھی تک اس کی امداد

دحمایت کابل انتظامیہ کے لیے جاری ہے اس لیے مجاہدین کا جہاد بالواسطہ طور پر روس کے خلاف جاری ہے اور اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک مکمل فتح و کامرانی حاصل نہیں ہو جاتی

آج کل ہر جگہ افغانستان کے موضوع پر گفتگو کا آغاز ان ہی سوالوں سے ہوتا ہے کہ مجاہدین کو اب تک فتح حاصل کیوں نہیں ہوئی یا روس جیسی سپر پاور کو نکالنے کے بعد وہ کمزور نجیب حکومت کو ختم کیوں نہیں کر سکے ؟ یا پھر مجاہدین نے اب تک جلال آباد یا کابل کو فتح کیوں نہیں کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس سلسلے میں ہم ان مشکلات ، وجوہات اور مصلحتوں کا جائزہ لیتے ہیں جن کی وجہ سے مجاہدین اب تک مکمل فتح و کامرانی حاصل نہیں کر سکے۔ عالمی ذرائع ابلاغ کی اکثر رپورٹوں اور جائزوں سے افغانستان کی صورت حال کو اس طرح واضح کیا گیا کہ اکثر افراد کے ذہنوں میں یہ تاثر خاصا زور پکڑ گیا کہ روسی افواج کے انخلاء کے بعد افغانستان کے بڑے بڑے شہروں مثلاً کابل، ہرات، کندوز اور خاص کر جلال آباد پر مجاہدین کا قبضہ چند دنوں کی بات ہے۔ اس ضمن میں عالمی ذرائع ابلاغ نے انتہائی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا اور سنی سنائی باتوں پر اکتفا کیا۔ کیوں کہ اس میں ایک پہلو یہ ہے کہ کیا روس اپنے انخلاء کے بعد اپنی حواری حکومت کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑے گا۔ اور مجاہدین کے لیے یہ صورت حال کیسی ہوگی ؟

دراصل روس نے اپنے انخلاء سے لے کر اب تک نجیب حکومت کو اتنے مہلک ہتھیار، سکڈ میزائل ہیلی کاپٹر اور جنگی طیارے مہیا کئے ہیں کہ جیسے تیسری عالمی جنگ ہو رہی ہو۔ دوسری جانب مجاہدین کی امداد میں مسلسل کمی ہو رہی ہے اور یہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جلال آباد اور قندھار وغیرہ کی جنگ طول پکڑنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ افغان مجاہدین شہری آبادیوں کو کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتے، قندھار اور جلال آباد پر اگر راکٹ برسائے جاتے اور میزائلوں کے حملے جاری رہتے تو یہ شہر اب تک کب کے فتح ہو گئے ہوتے۔ عبوری حکومت کے وزیر اعظم پروفیسر سیاف نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ہمیں اپنے شہریوں کی جانیں بہت عزیز ہیں اس لیے پہلے ہم نے وارننگ دی کہ اپنے آپ کو شہروں سے کسی دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کر لیں تاکہ ہم شہر پر آزادانہ حملے کر سکیں۔

روس کے انخلاء کے بعد مجاہدین کے لیے ایک مشکل ان کے اب تک کے طریقہ جنگ کے سبب پیدا ہوئی کیوں کہ روس کی موجودگی میں مجاہدین نے اپنے مخصوص حالات سے مناسبت رکھتا ہوا مخصوص طریقہ جنگ یعنی گوریلا جنگ اختیار کر کے روسی افواج کو واپسی پر مجبور کیا لیکن بعد میں صورتحال یکسر مختلف ہو گئی۔ اب مجاہدین کو گوریلا جنگ کی بجائے روایتی یا میدانی جنگ لڑنی پڑ رہی ہے۔ لیکن اب ڈیڑھ دو سال میں مجاہدین نے میدانی جنگ میں کافی مہارت حاصل کر لی ہے اور مسلسل کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ یہ چند وجوہات ہیں جن کی بنا پر مجاہدین مکمل فتح و کامرانی حاصل نہیں کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کو جلد یا بدیر آزاد ہونا ہے۔ اور یہ تحریک جہاد جو روسی افواج کی آمد سے نہیں بلکہ روس کی مدد سے قائم ہونیوالی کمیونسٹ حکومت کے خلاف شروع ہوئی تھی اور روسی افواج کے انخلاء کے باوجود ابھی جاری ہے۔ اور اس وقت تک یہ تحریک جہاد جاری رہے گی جب تک پندرہ لاکھ شہداء کی آرزو پوری نہیں ہو جاتی اور ایک صحیح اسلامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی

(باقی صفحہ ۵۲ پر)

کمانڈر جناب الحاج عبدالرحمٰن سے ایک خصوصی انٹرویو

کمانڈر الحاج عبدالرحمن ولد حاجی سدو خان (وزی) نامی علاقے کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۷۹ء میں حملہ آور روسی افواج اور اسلام و وطن کے دشمنوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور مسلح جہاد کا آغاز کیا۔ ابھی تک جہاد کے پر افتخار صفوں میں کھڑے اور میدانِ کارزار میں موجود ہیں۔ وہ ایک نڈر اور سرفروش کمانڈر ہیں۔ پارٹی کے لحاظ سے وہ محاذ ملی اسلامی افغانستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا جہادی مرکز (شمل درہ) نامی علاقے میں واقع ہیں۔ انکے زیرِ کمان مجاہد دستے تقریباً ایک ہزار مسلح افراد پر مشتمل ہیں خوست کا محاصرہ کرنے والے مجاہدین میں انکے مجاہد بھی شامل ہیں!

سوال: صوبہ پکتیا میں مجاہدین کی جنگی حکمت عملی پر کچھ روشنی ڈالیں گے؟

جواب: جیسا کہ افغانستان کے تمام مسلمان کفر و الحاد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اس طرح پکتیا کے لوگوں نے بھی مزاحمت کی اور نہتے ہاتھوں دشمن کے مضبوط کالونوں جن میں تحصیل و سب ڈویژنل ہیڈ کوارٹر اور دیگر فوجی مرکز شامل ہیں حملے شروع کئے اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنی قربانیوں کی بدولت بہت سے علاقے دشمن کے قبضے سے آزاد کرا لئے۔ اگرچہ صوبہ پکتیا میں گردیز، خوست اب بھی حکومت کے قبضے میں ہیں۔ تاہم یہ مقام مجاہدین کے سخت محاصرے میں ہیں۔

گذشتہ بارہ سالوں کے دوران مجاہدین اور دہری حکومت کی جنگی صورتحال میں بڑا فرق رونما ہوا ہے۔ مجاہدین پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور قوی ہو گئے ہیں وہ جنگی تجربات اور جدید ہتھیاروں کی مہارت حاصل کر چکے ہیں۔ مقابلتاً کٹھ پتلی

حکومت کو بھی بڑے پیمانے پر تجربے حاصل ہوئے ہیں۔ جدید اور خطرناک ہتھیار ان کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ اس لیے اب جنگ ماضی کے مقابلے میں خطرناک صورت حال اختیار کر گئی ہے۔ لیکن آخرکار انشاءاللہ فتح مجاہدین کے نصیب میں ہوگی اور دشمن کو شکست و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

سوال: صوبہ پکتیا میں جہاد سب سے پہلے کہاں اور کس کی قیادت میں شروع ہوا؟

جواب: صوبہ پکتیا کے مجاہد عوام نے "ترہ کی" کے برسر اقتدار آنے کے فوراً بعد اس کی حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کی۔ داؤد کے دورِ حکومت میں جناب "حقانی صاحب" اور بعض دیگر لوگوں نے ہجرت کی تھی۔ جب "تیرہ کی" نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو یہ لوگ واپس آئے، عوام کو دعوت و تبلیغ کی، انہیں ترہ کی کمیونسٹ حکومت کے منشور اور عزائم سے آگاہ کیا جس کے نتیجے میں وہاں کے عوام نے اسلام کے حق اور کمیونزم کے خلاف مزاحمت کرتے ہوئے مسلح جہاد کا آغاز کیا۔

سوال: "کیا افغانستان کے جنوبی علاقوں میں مجاہدین کی کوئی مشترکہ "شوریٰ" موجود ہے یا نہیں۔ اگر موجود ہو تو جہاد پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔"

جواب: "جنوبی علاقہ میں دو قسم کے شورائیں موجود ہیں۔ ایک جہادی کمانڈروں کی شوریٰ ہے۔ اور دوسری قومی شوریٰ ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جہاد پر مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے مذکورہ علاقوں میں تنظیموں کے درمیان باہمی لڑائی جھگڑے نہیں ہوئے ہیں۔ اگر کبھی کچھ اختلافات پیدا ہو بھی جائیں تو قومی شوریٰ جو علماء کرام، بزرگ اور بارسوخ اشخاص پر مشتمل ہے کی کوششوں اور کمانڈروں کے صلاح مشورے سے دور کیے جاتے ہیں۔ نیز اگر دشمن کے کسی ٹھکانے یا دیگر جنگی کاروائی کا کوئی منصوبہ ہو تو یہی شوریٰ عوام کو منظم طریقے سے جنگ پر بھیجتی ہے۔ شوریٰ کی اس سے زیادہ اثرات اور برکت کیا ہو سکتی ہے۔"

سوال: مسئلہ افغانستان کے حل کے سلسلے میں مختلف منصوبے پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن میں ایک ثالث حکومت، عبوری حکومت اور لویہ جرگہ کے نام سرفہرست ہیں۔ اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟"

جواب: "ثالث حکومت تو مجھے قطعاً کافرانہ حکومت دکھائی دیتی ہے۔ ثالث کے معنیٰ ہیں کیا! میں تو مجاہدین کی حکومت کے سوا کسی بھی نوعیت کی حکومت کو کافر گردانتا ہوں۔ اور مجھے ہرگز منظور نہیں۔

میرا خیال ہے کہ افغانستان کے مستقبل کی حکومت، افغان مجاہدین، علماء اور کمانڈروں کی مرضی کے مطابق بننی چاہیئے۔ یہ حکومت جو بھی ہو اور جس طریقے سے بھی تشکیل دی جائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس پر مجاہدین راضی ہوں۔ وہی حکومت افغانستان میں قائم رہ سکتی ہے جو مجاہدین کو منظور ہو۔ ایسی حکومت اگر لویہ جرگہ کے ذریعے آئے۔ انتخابات کے ذریعے قائم ہو۔ یا دوسرے طریقے سے ہمیں منظور ہوگی۔"

سوال: جہادی کمانڈروں کی عمومی شوریٰ جو ماضی قریب میں تشکیل دی گئی ہے۔ اس کی کارکردگی سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟"

جواب: کمانڈروں کی شوریٰ سے متعلق سرگرمیوں سے مجھے مکمل آگاہی حاصل نہیں۔ تاہم اگر قوم کی حمایت اور پشت پناہی اسے حاصل ہو تو وہ دن دور نہیں کہ یہ شوریٰ ایک مضبوط قوت کی شکل میں ابھرے گی اور اس کے ذریعے عوام کی مشکلات کو حل کیا جا سکے۔"

سوال: "آپ کی رائے میں وہ کونسا طریقہ ہے۔ جسے بروئے کار لا کر ایک واحد قیادت لائی جا سکے؟"

جواب: "جہادی کمانڈر، علماء، اور بارسوخ بزرگ اکٹھے ہو کر ایک قائد کو چن لیں یہی مؤثر طریقہ ہے۔ مگر کمانڈروں سے میری مراد وہ کمانڈر ہیں جو اسلحہ فروش اور غدار نہ ہو۔ اسی طرح وہ علماء اور بزرگ اس عمل میں شریک کیے جانے چاہیئے۔ جو قوم سے غداری کا مرتکب نہ ہوئے ہوں بس یہی لوگ آپس میں بیٹھ کر متفقہ طور پر کسی قائد کو منتخب کر لیں۔ اس کے سوا میری رائے میں کوئی اور مناسب طریقہ نہیں۔

کشمیری مسلمانوں پر بھارتی مظالم

عالمی ضمیر کب جاگ اٹھے گا

تحریر: سلطان صدیقی

بھارتی ہندو فوجی مقبوضہ کشمیر میں کس طریقے سے مظلوم مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں اور ان پر نت نئے مظالم ڈھا رہے ہیں اس کی اگرچہ صحیح خبریں دنیا کے سامنے نہیں آ رہی ہیں، کیونکہ بھارتی حکومت نے مقبوضہ کشمیر میں صحافیوں خصوصاً غیر ملکی صحافیوں کے داخلے پر پابندی لگا رکھی ہے، پھر بھی کبھی کبھی بعض خبریں تمام تر پابندیوں اور رکاوٹوں سے گزر کر آزاد دنیا اور خصوصاً عالم اسلام کے ضمیر پر دستک دینے لگتی ہیں اور تقاضا کرتی ہیں کہ وہ جاگ جائے، بھارتی مظالم کی چکی میں پسنے والے مظلوم کشمیریوں کی آزادی اور انہیں ان کا حق خود ارادیت دلانے میں اپنا کردار ادا کرے۔

مقبوضہ کشمیر کے معروف صحافی اور سری نگر کے ہفت روزہ "تکبیر" کے ایڈیٹر مسعود حسین کشمیری نے قابض بھارتی فوج کی درندگی کے بارے میں ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ ۷ مارچ ۱۹۹۰ء سے ۱۷ جون ۱۹۹۰ء تک ایک سو دنوں میں بھارتی فوجیوں نے ایک سو ساٹھ سے زیادہ کشمیری خواتین کی بے حرمتی کی، بلکہ دو درجن سے زائد اجتماعی عصمت دری کے سانحات ہیں۔

کشمیری خواتین پر بھارتی فوج کے وحشیانہ مظالم کے بارے میں اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں شاید ہی کوئی دیہات ہو گا، جہاں آبرو ریزی کے واقعات نہ پیش آئے ہوں، رپورٹ میں ۷ مارچ کو سری نگر میں قابض بھارتی فوج کے پہلے قتل عام کے بعد کے واقعات کا تجزیہ کیا گیا ہے جب جدوجہد آزادی کو دبانے کے لیے مسلمان کشمیری خواتین کی عصمت دری کا حربہ استعمال کیا گیا۔

رپورٹ میں ایک غیر کشمیری خاتون صحافی سکھمنی سنگھ کی شائع شدہ رپورٹ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ بھارتی حکمران بغاوت کو کچلنے کے لیے جہاں ایک طرف گولی کا استعمال کرتے ہیں، وہاں اخلاقی محاذ پر فوجی دستے عصمت دری کے مزموم ہتھکنڈے بھی استعمال کرتے ہیں۔

مسعود حسین کشمیری کے مطابق گزشتہ دنوں جب خلافِ قانون قرار دی گئی، کشمیری خواتین کی تنظیم "دختران ملت" نے سری نگر میں اقوام متحدہ کے دفتر کے سامنے احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع کیا تو بھارتی فوجی دستوں نے خواتین پر لاٹھی چارج کیا اور جب انہیں زخمی حالت میں ہسپتال لایا جاتا تو قابض

بھارتی حکام زخمی اور گرفتار خواتین کو "حریت پسندوں" کی مخبری کرنے کی ترغیب دیتے ۔

رپورٹ کے مطابق گرفتار خواتین نے آبرو ریزی کی شکایت نہیں کی لیکن بھارتی حکام نے انہیں شرمناک جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا، اس کی تصدیق ان قیدیوں نے کی جنہیں سرینگر کے ٹارچر کیمپوں سے رہائی ملی تھی ۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ رواں تحریک میں جہاں مردوں نے جانی قربانیاں دیں، وہاں خواتین کی قابل ذکر تعداد بھی گولیاں کھا کر شہید ہو گئیں، جبکہ دو واقعات میں حاملہ خواتین کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا، رپورٹ کے آخر میں نتیجہ اخذ کیا گیا ہے، کہ کشمیری خواتین پر بھارتی فوجی دستوں کے مظالم کا تدارک ہو سکتا ہے، اگر عالمی ذرائع ابلاغ میں صنفی زیادتیوں کو ممکنہ مقام ملتا تو اس سے بھارت پر خارجی دباؤ بڑھ سکتا ہے، رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ان واقعات سے بھارت کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو رہا ہے جسے "دلی دربار" بخوبی جانتا ہے۔

ادھر سرینگر سے آزاد انس افغان پریس کے ذرائع کی اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ تحریک آزادی شروع ہونے کے بعد گزشتہ ڈیڑھ برس کے دوران ایک لاکھ سے زائد افراد بھارتی فوج کے ٹارچر سیلوں میں ڈالے گئے، اس تعداد میں سترہ ہزار افراد ایسے ہیں جن پر عقوبت خانوں میں ناقابل بیان مظالم کے مستقل اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ جبکہ نو ہزار افراد جسمانی طور پر مفلوج ہونے کے علاوہ لاعلاج بیماریوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ آزاد انس کی اطلاعات کے مطابق بھارتی فوج کے ستم زدگان میں پندرہ برس تک عمر کے دو ہزار بچے بھی شامل ہیں، ان کے علاوہ ہزاروں ایسے نوجوان ہیں جو ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہے، ایجنسی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ دہلی سرکار کے اشارے پر قابض بھارتی فوج مقبوضہ جموں و کشمیر میں غیر محسوس طریقے سے کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی کے خوفناک منصوبے پر عمل پیرا ہے، بتایا گیا ہے کہ اس وقت تقریباً تیس ہزار کشمیری مسلمان ٹارچر سیلوں میں بند ہیں، جن میں درجنوں خواتین شامل ہیں۔

ان دو رپورٹوں کا ہر ایک لفظ پکار پکار کر عالم اسلام سے پوچھ رہا ہے کہ کیا اب امت مسلمہ میں کوئی محمد بن قاسم نہیں رہا، جو بڑھ کر کشمیری مسلمانوں کی حمایت و تائید کر سکے اور ہندوؤں کو ان پر ظلم کرنے سے روک سکے۔"

بقیہ :۔ احساس ...

زندگی اور گناہوں کا کفارہ ادا کر کے نجات حاصل کی ہے۔

اب اسے پورا یقین ہے، خوش ہے اور اس کے ہونٹوں پر باریک تبسم ہے، وہی پرانی جینز کی زرد وردی اب بھی اس نے زیب تن کی ہے، اچھے آپ پرانے تصور۔ شاہراہ سالانگ نغلو بجلی گھر۔ اور بنائی وغیرہ کے کاموں پر ہنستا ہے۔ ایسے جیسے وہ وہی پرانا باشی گل علم نہ ہو جو اپنی گزری ہوئی زندگی پر جلتا اور کڑھتا تھا۔ آج بھی اس کے سامنے بڑی تعداد میں لوہے کے ٹکڑے پڑے ہیں، ہتھوڑا، پیچ کس، ہتھوڑا اور کئی دوسرے قسم کے آلات اس کے پاس پڑے ہیں اور اس نے مجاہد کے کلاشن کوف راکٹ، طیارہ شکن گنوں اور دوسرے جنگی آلات کی مرمت وغیرہ کے لیے اپنا فن وقف کر دیا ہے۔

اس نے اپنے دل میں سب کچھ جمع کر لیا ہے اور اب اس نے راہ نکال لی ہے ..... انتقام کی راہ وہ اپنے ہر وار اور پیچ کس کو ہر بار گھماتے ایسا مزہ لیتا گویا ایک روسی فوجی کے دل میں گولی پیوست کرتا ہے۔ وہ ہر بار جب پلاس یا رینچ کھینچتا تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے روسی جارح فوجیوں کے جگر میں زہر آلود خنجر پھیرتا ہے۔"

بقیہ :۔ مکمل فتح دور کیوں

کابل انتظامیہ روسی افواج کے ساتھ آئی تھی اسے روسیوں کے ساتھ ہی رخصت ہونا چاہیئے تھا اور اگر نہیں تو روس بھی خود آیا تھا اور مجاہدین نے ان کو مار بھگایا اور اسی طرح کابل انتظامیہ بھی خود آئی تھی اور مجاہدین ہی عنقریب انہیں بھی مار بھگائیں گے۔ انشاءاللہ

اسلامی تہذیب اور اسلامی تصورِ زندگی کی خصوصیات

تحریر: مولوی زاہدی احمدزئی

یہ خالقِ کائنات، کائنات، انسانؔ زندگی اور اس کے انجام، اس کی نشاۃ ثانیہ کے متعلق وہ علوم اور حقائق و مسلمات ہیں، جو پیغمبر کے ذریعہ انسانوں کو حاصل ہوتے ہیں اس علمی ذہنی اور اخلاقی اساس پر زندگی کی جو عمارت تعمیر ہوئی ہے اس کے نقشہ اور تفصیلات کے بارے میں قیاس کرنا کچھ مشکل نہیں، جس طرح ایک بیج کو دیکھ کر ایک پہچاننے والا انسان آسانی سے پیشگوئی کر سکتا ہے کہ اس سے کون سا پودا پھوٹے گا اور درخت تیار ہو گا، اس کی کیسی پتیاں ہوں گی، اور اس میں کون سا پھل لگے گا۔

اسی طرح وہ لوگ جو اس حقیقت پر نظر رکھتے ہیں کہ یہ عالم، اس کا نظام، اس کا آغاز و انجام، مقصد زندگی، منصبِ انسانی اور ایسے ہی دوسرے بنیادی اور کلی مسائل کے متعلق کوئی خاص عقیدہ اور نظریہ زندگی کی دوسری تفصیلات پر کس قدر اثر انداز ہوتے ہیں وہ آسانی کے ساتھ اس تہذیب کے خد و خال تجویز کر سکتے ہیں جو اس بنیاد پر قائم ہو گا۔

لیکن یہ صرف مسلم قوم اور امت کی نہیں بلکہ پوری انسانیت کی بدقسمتی ہے۔ کہ انسانوں کا وہ گروہ جسے انبیاء علیہم السلام کا وارث بنا کر پوری نوع بشری کی ہدایت کا فرض سونپا گیا ہے وہ آج خود اپنی منزل کھو دینے کی وجہ سے آوارہ و سرگرداں ہے اور انسانیت کے بھولے بھٹکے قافلوں کو رستہ دکھانے کی بجائے خود ان کے ساتھ گمراہی اور ضلالت کی مختلف وادیوں میں بھٹک رہا ہے، کبھی ملحد و دہری اور خدا ناشناس سائنس دانوں اور نیچریوں کے قافلے اس کی نظروں کو مفتوح کر لیتے ہیں، کبھی آمریت کے کاروانوں کے ساتھ ہم عناں ہو کر آگے بڑھنے لگتا ہے اور کبھی اشتراکیت کا جرس اسے مسحور کر کے کمیونزم، زندیقیت اور الحاد کی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔

پھر امتِ مسلمہ کی مزید بدنصیبی یہ ہے کہ اپنے نصب العین اور زندگی کا مقصد و مرام نظر انداز کر کے یہ ایسے قافلوں کے ساتھ قدم ملا کر آگے بڑھتا ہے جن کا منزلِ مقصود کسی صورت میں بھی اسلام نہیں ہوتا، لیکن خود اپنے آپ کو اور پوری نوع انسانی کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ ان کی پیروی میں ضلالت کی راہ پر نہیں جا رہا ہے۔ بلکہ حق و صداقت ہی کے راستے پر گامزن ہے اس کے کھلے ہوئے تضاد یا ابلہ فریبی پر جب کوئی گرفت کرتا ہے تو وہ بڑی تمکنت کے ساتھ کہتا ہے کہ تمہیں کیا معلوم کہ اسلام کی حقیقی منزل مقصود کیا ہے؟ جس سمت یہ سارے کارواں رواں دواں ہے وہی درحقیقت اسلام ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ ان دونوں کے درمیان تو بُعد المشرقین ہے تو وہ برافروختہ ہو کر جھلا اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب کم ظرف ملاؤں کی تنگ نظری اور تعصب کا نتیجہ ہے کہ وہ ملی قافلے کی حرکت و حرارت، افادیت

اور ایجابیت کی صحیح طور پر قدر نہیں پہچانتے اسلام بھی تو انہیں اسی منزل کی طرف لے جانا چاہتا ہے، جس طرف یہ قافلے جا رہے ہیں اس کے بعد پھر اسلام کی ایسی عجیب و غریب تاویلات شروع ہو جاتی ہیں جن سے ضلالت اور لادینیت و گمراہی کی تاریکیوں کو رشد و ہدایت کی قندیلیں ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے

ہم اگر گزشتہ ایک صدی کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اس دور میں اسلام سے زیادہ سیال، اس سے زیادہ تغیر پذیر اور اس سے زیادہ ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ اڑ جانے والا کوئی نظریہ حیات نہیں رہا۔ جب یورپ میں سرمایہ پرستی کا جنون بڑھا تو مسلمان ممالک میں سود کی لعنت کو حرمت سے بدلنے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔ جب مغربی نظام فکر نے زور پکڑا تو دینی تعلیم فرسودہ قرار دی گئی، مغربی تعلیم کے چرچے ہونے لگے اور اس سے جو نسل فیضیاب اور مستفید ہو کر میدان عمل میں نکلی اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات، وحی، الہام، رسالت آخرت، زندگی بعد الموت، فرشتوں، جنت و دوزخ سب سے انکار کیا اور اسلام کے سارے اساسی تصورات میں ایسے تغیرات لانے کی کوششیں کیں کہ وہ مغربی افکار سے یکسر ہم آہنگ ہو جائیں، اس کے بعد جب یورپ میں قوم پرستی اور سیکولرزم کا دور دورہ ہوا تو مسلم امت میں مغربیت کے دلدادہ لوگوں نے اس عالمگیر امت کے ٹکڑے کر کے قوم پرستانہ لادینی تحریکوں اور ریاستوں کو اپنا مسلک و نصب العین بنا لیا اور علانیہ کہنا شروع کر دیا کہ ہماری اولین وفاداری اپنے وطن اور اپنی قوم سے ہے۔ مذہب کا تعلق بعد کی چیز ہے۔

پھر جب چند سال پیشتر چند قوموں کے سروں میں آمریت کا سودا سمایا اور انہوں نے پاگل پن کے عالم میں پوری دنیا کے امن کو برباد کیا تو مسلمانوں کے بہت سے طبقوں نے امت کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اسلام تو در حقیقت ڈکٹیٹر شپ ہی کا دوسرا نام ہے۔ پھر ان قوم پرستوں نے سمجھا کہ اسلام میں رخنہ ڈالنے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں کہ انہیں یعنی مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ جس دین کی وجہ سے تم اشتراکیت سے بدظن ہو اس دین کے معاشی تقاضے تو اشتراکیت ہی پورے کر سکتے ہیں، سرمایہ داری کے حامی اور رجعت پسند علمائے اس دین مارکسی کو تمہارے لئے خواہ مخواہ باطل قرار دے کر مردود اور بشریت کا دشمن قرار دیا ہے۔ ورنہ یہ مارکسی دین اپنی اصل کے اعتبار سے اسلام ہی ہے۔ یہی نظریات آج تک اسلامی امت میں اپنے مذموم عزائم کے ساتھ لادینیت کا زہر پھیلا رہے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلامی تہذیب اور مادی تہذیب میں جو اساسی و بنیادی فرق ہے اور وہ عبقریت و معقولیت جو اسلامی اور الہامی تہذیب میں ہے واضح کر دیا جائے تاکہ اسلام کے نادان دوست اور مارکسزم کے مبلغین اور بہی خواہوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ انسانی فلاح دراصل اسلام اور اسلامی تہذیب میں ہے کسی دوسری تہذیب میں نہیں

اسلامی تہذیب کی بنیاد چار چیزوں پر بنائی گئی ہے پہلے کسی مافوق الطبیعی ہستی پر ایمان جو اس کائنات کی خالق اور منتظم بھی ہے، دوسرے اس خالق کی طرف سے انسان کے رشد و ہدایت کے لئے انتظام پر یقین۔ تیسرے اپنے اچھے برے اعمال کی جزا و سزا کا احساس اور چوتھے انسان کے ایک ذی روح مخلوق، اشرف المخلوقات اور کچھ ذمہ داریوں کا متحمل ہونے کا عقیدہ۔

پہلے تین اصول خالق و مالک کی ہستی سے تعلق رکھتے ہیں اور آخری اس کائنات میں انسان کا مرتبہ و مقام مشخص کرتا ہے آپ اس عقیدے کی جتنی گہرائی سے تجزیہ کریں گے اسی نسبت سے یہ حقیقت آپ پر واضح ہو گی کہ انسان کے ایک ذی روح اور صاحب شعور ہستی ہونے ہی کی بناء پر اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے، اس کی ہدایت کو سمجھے۔ اس کی پیروی کرے، پھر اس علیم و خبیر

ہستی کی رضا جوئی کے لئے ایک خاص طرزِ زندگی اختیار کرے اور اپنے اس عمل کے لئے اس سے آخرت میں جزا کی امید رکھے اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی دی ہوئی ہدایت کی پیروی، پھر اس کی خوشنودی کی خاطر اپنے آپ پر بعض پابندیاں عائد کر کے بعض مصائب و مشکلات برداشت کرنا اور اپنے کئے کی جزا و سزا پر یقین اس بات کی واضح شہادت ہے کہ انسان کو اگرچہ پیدا تو ایک معاشرے ہی میں کیا جاتا ہے۔ مگر اسے ایک الگ روح اور شخصیت دے کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے وہ جتنے کام بھی کرتا ہے ان میں اکثر اگرچہ اجتماعی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مگر اسے آخرت میں ایک فرد کی حیثیت ہی سے اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کے اعمال الگ تولے جائیں گے اور اس کے مطابق آخرت میں اس کے مقام کا فیصلہ کیا جائے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

(انعام ۱۶۵)

"اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ اس کے ذمے پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا"

مطلب یہ کہ اسلامی تصور زندگی اور اسلامی تہذیب میں انسانی انفرادیت کو اعلیٰ مقام عطا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ انسان کی انفرادیت، اس کی دوسروں سے الگ شخصیت اور اس کا اپنی الگ روح کے ساتھ زندگی گزارنا وہ اساس ہے جس پر زندگی کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔

اسلام میں فرد کی اتنی اہمیت کیوں ؟

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ اسلامی تہذیب اور تصور حیات میں اس کائنات میں انسان کو بحیثیت فرد اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے ؟

تو اس کا جواب بڑا سادہ اور آسان ہے اور وہ یہ کہ اگر فرد کا اللہ تعالیٰ سے بحیثیت فرد تعلق نہ رہے اور اسے اپنے اچھے بُرے اعمال کا خود ذمہ دار نہ ٹھہرایا جائے اور اسے اس بات کا اطمینان نہ ہو۔ کہ اس کے نیک اعمال کبھی ضائع نہیں جائیں گے اور اس کی بداعمالیاں کبھی گرفت سے بچ نہ سکیں گی تو اس کے اندر نہ مذہبی اور روحانی احساس پیدا نہیں ہو سکتا ایک نیک اور خدا ترس آدمی کو زندگی میں کس قسم کی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس سے دنیا کبھی بے خبر نہیں رہی

مغربی ذرائع ابلاغ کا یہ پروپیگنڈہ کہ گو نجیب انتظامیہ سیاسی محاذ میں کچھ کامیابیاں حاصل کرلی ہیں۔ قطعاً غلط اور من گھڑت ہے حقیقت یہ ہے کہ کابل رژیم کی سیاسی حالت انتہائی خراب اور ناگفتہ بہ ہے۔ کیوں کہ روس خود معاشی مشکلات اور سیاسی بحران کا شکار ہے۔ ایسے میں وہ اپنے حلقہ بگوش رژیم کو کیا امداد دے سکتا ہے۔

——— الحاج حقانی

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہدِ رسالت کے اواخر کا ذکر ہے کہ ایک دن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے درمیان رونق افروز تھے اور کسی مسئلے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اثنائے گفتگو میں اچانک کچھ صحابہؓ کی آوازیں معمول سے زیادہ بلند ہو گئیں، دربارِ رسالت میں صحابہؓ کی یہ بلند آہنگی اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ
وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ
وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ"

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو، جس طرح تم آپس میں ایکدوسرے کے ساتھ کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

اس آیت کے نزول پر صحابہ کرامؓ خوفِ الٰہی سے لرز اٹھے اور انہوں نے عہد کیا کہ حضورؐ کے سامنے اپنی آوازوں کو ہمیشہ پست رکھیں گے حاضرینِ مجلس میں ایک صاحبِ رسولؐ، جن کی آواز بڑی پاٹ دار تھی، اس قدر متاثر ہوئے کہ گھر جا کر کنجِ عزلت میں بیٹھ گئے اور ہر وقت توبہ و استغفار میں مشغول رہنے لگے جب مسلسل چند دن تک حضورؐ نے ان کو مجلس میں نہ دیکھا تو صحابہؓ سے ان کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کہیں علیل تو نہیں ہیں۔

سیّد الاوس حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا، "یا رسولؐ اللہ میں ان کی خبر لاتا ہوں"

چنانچہ وہ ان صاحبِ رسولؐ کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ حزن و ملال کی تصویر بنے بیٹھے ہیں حضرت سعدؓ نے کہا، "آپ چند دن سے مجلس نبویؐ میں نظر نہیں آئے۔ آج حضورؐ نے مجھے آپ کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "خیریت کہاں، بارگاہِ الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولنے کی ممانعت اور وعید نازل ہو چکی ہے، آپ جانتے ہیں کہ مجلس نبویؐ میں آپ سب میں زیادہ میری ہی آواز بلند ہو جاتی ہے، اب یہ غم میری کمر کو توڑے ڈالتا ہے کہ میرا سارا عمل رائیگاں گیا اور میں دوزخی ہو گیا۔"

حضرت سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جا کر ساری بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا۔ "وہ دوزخی نہیں بلکہ اہل جنت میں سے ہے۔"

یہ صاحبِ رسولؐ، جن کو سرورِ کون و مکان فخرِ موجودات، خیر الخلائق، رحمتِ عالمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں جنتی ہونے کی بشارت دی، حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری تھے۔

سیدنا ابو محمد ثابتؓ بن قیس انصارِ مدینہ کے خاندانِ خزرج سے تعلق رکھتے تھے سلسلۂ نسب یہ ہے:

ثابتؓ بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امراؤالقیس بن مالک اغر بن ثعلبہ

بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر
علامہ ابن اثیرؒ کے بیان کے مطابق ان کی
والدہ قبیلہ طے سے تھیں۔

ہجرت سے قبل بیعتِ عقبۂ ثانیہ یا عقبۂ
کبیرہ کے بعد کسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئے
ان میں فطرۃً خطابت اور تقریر کا ملکہ موجود
تھا اور وہ اپنی فصاحت، بلاغت اور قوت
تقریر کے لحاظ سے اہل مدینہ میں منفرد حیثیت
رکھتے تھے۔ آواز بھی بڑی پاٹ دار تھی، اسی
لئے انصار نے ان کو اپنا خطیب بنایا تھا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی صلاحیتوں
کا علم ہوا تو آپؐ نے بھی ان کو اپنا خطیب مقرر
فرمایا، چنانچہ وہ خطیبِ رسولؐ اللہ کے لقب
سے مشہور ہو گئے۔

حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابہ" میں لکھا ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد
مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال فرمایا تو انصارِ
مدینہ نے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیئے اور
ایسے جوش اور مسرت کے ساتھ آپؐ کا استقبال
کیا کہ چشم فلک نے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔
استقبال کرنے والے اصحاب میں حضرت ثابتؓ
بن قیس بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا:

"یا نبی اللہ! ہم آپؐ کی اس طرح حفاظت
کریں گے جس طرح اپنی جان اور اولاد کی
حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا صلہ
کیا ملے گا؟"

آپؐ نے فرمایا "جنت!"

اس پر تمام لوگ پکار اٹھے "ہم سب
راضی ہیں!"

غزوۂ بدر میں حضرت ثابتؓ کی شرکت کے
بارے میں اختلاف ہے، حافظ ابن حجرؒ نے
ان کو اصحابِ بدر میں شمار کیا ہے لیکن سیر و
مغازی کی بیشتر کتابوں میں انہیں اصحاب بدر
میں شامل نہیں کیا گیا۔ حضرت ثابتؓ بڑے
مخلص صحابی تھے۔

اس لئے بدر میں ان کے شریک نہ ہونے کی
کوئی خاص وجہ ہوگی، مثلاً علالت یا مدینہ میں
عدم موجودگی وغیرہ۔

اس کے بعد انہوں نے شروع سے اخیر تک
تمام غزواتِ نبویؐ میں مجاہدانہ شرکت کی اور
ہر معرکے میں بڑی ثابت قدمی سے دادِ شجاعت
دی۔

غزوۂ مریسیع (۵ھ) میں بنو مصطلق کے سردار
حارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی جویریہؓ کو حضرتؓ
بن قیس نے اسیر کر لیا۔ انہیں لونڈی بن کر رہنا
گوارا نہ ہوا اس لئے حضرت ثابتؓ سے مکاتبت
کی درخواست کی انہوں نے ۹ اوقیہ سونے پر
مکاتب بننا منظور کر لیا، جویریہؓ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض
کیا کہ "میں سردارِ قوم حارث بن ابی ضرار کی بیٹی
ہوں۔ اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق
عطا فرمائی ہے، اس وقت مصیبت میں مبتلا
ہوں اور اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہتی ہوں آپ
میری امداد فرمائیے!"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا یہ
ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لئے اس سے بھی بہتر
سلوک کیا جائے؟"

پوچھا "وہ کیا؟"

ارشاد ہوا "تیرا زرِ کتابت میں ادا کر دوں
اور تجھ سے خود نکاح کر لوں۔"

انہوں نے یہ بات بخوشی منظور کر لی۔ اور
یوں حضرت جویریہؓ ام المومنین بننے کا عظیم
شرف حاصل ہوا۔

عام الوفود ۹ ہجری میں بنو تمیم کا وفد بڑے
ٹھاٹ باٹ کے ساتھ مدینہ آیا، یہ ستر یا اسی آدمیوں
پر مشتمل تھا اور اس میں قبیلہ کے بڑے بڑے
رؤسا، آتش بیان خطیب اور بلند پایہ شاعر
شامل تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں مفاخر
اور مقابلت کا جذبہ بہت شدید تھا اور ہر
وصف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے
تھے۔ بنو تمیم کے دماغوں میں بھی خاندانی فخر و
غرور کا نشہ سمایا ہوا تھا، انہوں نے آستانۂ نبویؐ
پر جا کر بدویانہ انداز میں بے تحاشا آوازیں دینا
شروع کر دیں،

"محمدؐ باہر آؤ اور ہماری بات سنو!" آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا اکھڑ پن ناگوار تو گزرا
لیکن آپؐ سراپا عفو و کرم تھے، باہر نکل کر

بڑی خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی، رئیس وفد اقرعؓ بن حابس نے کہا۔ "ہم آپ سے مفاخرت کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد ہی اسلام کی بات ہوگی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں فخاری اور شعر بازی کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔ لیکن اگر تم یہی چاہتے ہو تو اللہ کے فضل سے ہم اس سے بھی باہر نہیں ہیں۔"

بنو تمیم میں ایک شخص عطارد بن حاجب تھے وہ نہایت زبان آور اور فصیح البیان خطیب تھے۔ اور ایک دفعہ نوشیروان کے دربار میں اپنے زور خطابت کا مظاہرہ کرکے کمخواب کا خلعت حاصل کر چکے تھے۔ سب سے پہلے وہ کھڑے ہوئے اور مفاخرہ کا آغاز اس تقریر سے کیا:

" تعریف اس خدا کی جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں تاج و تخت کا مالک بنایا، اہلِ مشرق میں ہمیں سب سے زیادہ معزز کیا۔ ہمارے خزانے سونے چاندی سے پُر ہیں، جنہیں ہم فیاضی سے خرچ کرتے ہیں لوگوں میں ہمارا مثیل و نظیر نہیں، کیا ہم آدمیوں کے سردار اور ان میں صاحبِ فضل نہیں ہیں اگر کسی اور کو یہ دعویٰ ہو تو وہ سامنے آئے اور ہمارے قول سے اچھا قول اور ہمارے حالات سے اچھے حالات پیش کرے۔ اب مجھ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔"

عطارد اپنی تقریر ختم کرکے بیٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا "ثابت اٹھو اور اس کا جواب دو۔"

حضرتِ ثابت نے تعمیلِ ارشاد کی اور عطارد کے جواب میں یہ خطبہ دیا:

" حمد و ثنا اس خدائے عزّ وجلّ کی جس نے زمین اور آسمان پیدا کئے، ان پر اپنا حکم جاری کیا، اپنی کرسی اور اپنے علم کو وسعت دی وہ قادرِ مطلق ہے، جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم اور قدرت سے ہوتا ہے، اس کی قدرتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی مخلوق میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو سب سے زیادہ شریف النفس ہے، سب سے بڑھ کر راست گو اور سب سے زیادہ بلند اخلاق ہے۔ پھر اس پیغمبر پر ایک کتاب نازل کی اور اپنی خلقت کا اس کو امانت دار بنایا اور وہی ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم سے برگزیدہ کیا اور سارے عالم کا خلاصہ بنایا۔ پھر اس نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا تو اس کی قوم اور اقربا میں سے پہلے مہاجرین نے اس کی دعوت قبول کی جو نسب میں افضل ہیں ان کے چہرے سب سے زیادہ روشن ہیں اور ان کے اعمال سب سے اچھے ہیں۔ پھر ان کے بعد سارے عرب میں سے ہم گروہ انصار نے دعوتِ حق پر لبیک کہی۔ لہٰذا ہمارا فخر صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کے انصار اور رسول اللہ کے وزیر ہیں۔ اور لوگ جب تک ایمان نہ لائیں اور لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں، ہم ان سے لڑتے رہیں گے اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کو ماننے سے انکار کرے گا، ہم اس کے خلاف راہِ خدا میں جہاد کریں گے۔ اور جہاد کرنا ہمارے لئے کوئی دشوار کام نہیں ہے، بس مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا اور اب میں تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعائے مغفرت کرتا ہوں۔"

اس کے بعد شعر و شاعری کا مقابلہ ہوا۔ جس میں بنو تمیم کی طرف سے زبرقان بن بدر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت حسانؓ بن ثابت نے حصہ لیا، مفاخرہ ختم ہوا تو اقرعؓ بن حابس جو خود بڑے فصیح البیان شاعر اور خطیب تھے اور جن کی اصابتِ رائے کا سارا عرب معترف تھا، یہاں تک کہ متحارب قبائل اپنے جھگڑوں میں ان کو حَکَم بنایا کرتے تھے، بے اختیار پکار اُٹھے۔

" باپ کی قسم محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے افضل اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔"

اہل وفد نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور سب اسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔

اسی سال بنو حنیفہ کا ایک بڑا وفد مسیلمہ کذّاب کی سرکردگی میں مدینہ آیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابتؓ بن قیس کو ساتھ لے کر بہ نفسِ نفیس اہلِ وفد کے پاس تشریف لے گئے، اثنائے گفتگو میں مسیلمہ نے کہا۔ " اگر آپ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین مقرر کردیں تو ابھی آپ کے ہاتھ پر

بیعت کرتا ہوں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نامعقول شرط سن کر غصہ آگیا، آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی، اس کو اٹھا کر فرمایا۔

"جانشینی تو بڑی چیز ہے، میں تو تمہیں یہ چھڑی دینا بھی پسند نہیں کرتا۔ اللہ نے تیرے لئے جو مقدر کر رکھا ہے وہ ہو کر رہے گا، تیرا انجام مجھے خواب میں دکھا دیا گیا ہے، کچھ اور پوچھنا ہو تو یہ ثابت موجود ہیں، ان سے پوچھ میں اب چلتا ہوں۔"

یہ فرما کر آپؐ حضرت ثابتؓ کو مسیلمہ سے نبٹنے کے لئے وہاں چھوڑ کر خود تشریف لے گئے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ یہ خبر مشہور ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کچھ دوسرے مہاجرین کو ساتھ لے کر انصار کے اجتماع میں پہنچے، دونوں طرف سے اپنے حق میں زوردار تقریریں ہوئیں، اس موقع پر حضرت ثابتؓ بن قیس بھی موجود تھے، انہوں نے انصار کی خلافت کے استحقاق پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا، اس میں انصار کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کیا اور اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ کچھ لوگ انصار کو خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انصار کی خدمات کا اعتراف کیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے قوی دلائل کے ساتھ قریش کو خلافت کا حق دار ثابت کیا۔ جب عامۃ المسلمین نے انہیں خلیفہ منتخب کر دیا تو حضرت ثابتؓ بن قیس بھی ان کی بیعت کرنے میں پیچھے نہ رہے اور دل و جان سے صدیق اکبرؓ کے حامیوں اور مددگاروں میں شامل ہو گئے، اسی زمانہ میں فتنۂ ارتداد نے سر ابھارا تو حضرت ثابتؓ نے اس کو کچلنے کے لئے جان کی بازی لگا دی

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشہور مرتد طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے لشکر بھیجا تو حضرت ثابتؓ اس میں شامل ہو گئے، سالارِ لشکر حضرت خالدؓ بن ولید تھے اور انصار کی عنانِ قیادت حضرت ثابتؓ کے ہاتھ میں تھی مسلمانوں نے مرتدین کو زبردست شکست دی اور طلیحہ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ شام کی طرف راہِ فرار اختیار کی (خدا کی شان یہی طلیحہ بعد میں اسلام کے زبردست مجاہد بنے، حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں انہوں نے دوبارہ خلوصِ دل سے اسلام قبول کیا اور حج کے لئے مدینہ آئے، وہیں حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس موقع پر امیر المومنین نے ان کو ارتداد میں مبتلا ہونے پر ملامت کی تو عرض کی، "امیر المومنین یہ بھی کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا جسے اسلام نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔" طلیحہ کا شمار شجاعانِ عرب میں ہوتا تھا اور انہیں ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا، شام کے جہاد میں انہوں نے سرفروشی اور جانبازی کے محیر العقول کارنامے انجام دیئے)

۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی خونریز جنگ پیش آئی، حضرت ثابتؓ اس میں بھی والہانہ جوش و خروش کے ساتھ شریک ہوئے، ایک موقع پر جب مسلمانوں کی صفوں میں رخنہ پڑا اور وہ پیچھے ہٹے تو حضرت ثابتؓ بے قرار ہو گئے اور نہایت حسرت کے ساتھ کہا کہ ہم عہدِ رسالتؐ میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے پھر عطر حنوط لگایا اور ایک گڑھے میں قدم جما کر دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئے، جو مرتد ان کی طرف آتا، اسے اپنی تلوار سے ڈھیر کر دیتے آخر دشمنوں نے نرغہ کر کے خطیبِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تلواروں اور برچھیوں کا مینہ برسا دیا اور یوں وہ رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت ثابتؓ کے جسم پر نہایت عمدہ زرہ تھی ان کی شہادت کے بعد کسی مسلمان نے اتار لی ایک دوسرے مسلمان نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت ثابتؓ ان سے کہہ رہے ہیں، میرے فلاں مسلمان بھائی نے میری زرہ اتار لی ہے آپ خالدؓ بن ولید سے کہیں کہ یہ اس سے واپس لے لیں، مجھ پر اتنا قرض ہے خلیفہ رسول

یہ زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کر دیں اور میرا فلاں غلام آزاد کر دیں، چنانچہ حضرت خالدؓ نے یہ زرہ واپس لے لی اور مدینہ پہنچ کر سارا واقعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا انہوں نے حضرت ثابتؓ کی وصیت کے مطابق زرہ سے ان کا قرض ادا کر دیا اور غلام بھی آزاد کر دیا۔

حضرت ثابتؓ نے اپنے پیچھے چار لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑی، ان سے چند احادیث بھی مروی ہیں جن کو ان کے صاحب زادے محمد اور صاحب زادی کے علاوہ حضرت انسؓ بن مالک اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ثابتؓ بن قیس کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے ان کے صحیفۂ اخلاق کے نمایاں ابواب احترام رسولؐ، خشیتِ الٰہی اور شوقِ جہاد تھے۔ ان کے احترامِ رسولؐ اور خشیتِ الٰہی کا ایک واقعہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، علامہ حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے ان کے صاحب زادے محمد بن ثابتؒ سے اور علامہ طبرانیؒ نے ان کی صاحب زادی سے اسی قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب سورۂ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ہ

کہ "بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے"

تو حضرت ثابتؓ ہیبتِ الٰہی سے لرزہ براندام ہو گئے اور گھر میں بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر بلا بھیجا اور پوچھا، "کیا بات ہے"؟ انہوں نے عرض کیا "یارسولؐ اللہ! میں زینت جمال اور اپنی تعریف پسند کرتا ہوں مجھے ڈر ہے کہ اس آیت کی رو سے میں تباہ نہ ہو جاؤں"۔

آپؐ نے فرمایا "اے ثابتؓ کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم اس طرح بھلائی کی زندگی گزارو کہ تمہاری تعریف کی جائے اور شہادت کی موت پا کر تم جنت میں داخل ہو؟"

عرض کیا "یارسول اللہ! یہ باتیں تو مجھے پسند ہیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ثابتؓ سے بہت محبت تھی اور آپؐ ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ابی عبیدؒ نے کتاب الاموال میں لکھا ہے، غزوہ بنی قریظہ میں جو یہودی قیدی بنائے گئے ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قیدیوں کی جاں بخشی فرمائی۔ ان میں سے ایک زبیر بن باطا تھا۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض حضرت ثابتؓ بن قیس کی خاطر چھوڑا کیونکہ اس نے زمانۂ جاہلیت میں جنگِ بعاث کے موقع پر حضرت ثابتؓ کو پناہ دی تھی۔ آپؐ نے زبیر کے احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے اسے حضرت ثابتؓ کے سپرد کر دیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ثابتؓ علیل ہو گئے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ان الفاظ میں ان کی شفایابی کے لئے دعا کی: " اذهب الباس رب الناس عن ثابت بن قيس بن شماس"

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کابل میں مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائی۔ بارہ کابل فوجی ہلاک و زخمی، تین مجاہد شہید ہو گئے

کابل شہر میں خبر خانہ اور کارگاہ کے علاقوں میں شہری چھاپہ مار مجاہدین نے گشتی حفاظتی دستوں کو نشانہ بنایا تیز رفتار حملوں میں بارہ کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ جب کہ ایک گاڑی کے علاوہ بھاری مقدار میں اسلحہ مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

اخبار جہاد

مجاہدین جانی نقصان سے محفوظ رہے ۔

صوبہ غور سے کابل دستوں کا فرار

صوبائی ہیڈ کوارٹر میں محصور فوجیوں نے مجاہدین سے رابطہ کر لیا

وسطی افغانستان کے صوبے غور میں مجاہدین نے تولک اور شہرک کے علاقوں کو کابل انتظامیہ کے فوجی دستوں سے خالی کرانے کے بعد صوبائی ہیڈ کوارٹر چغچران کا مکمل محاصرہ کر لیا ہے ۔

تحریک مزاحمت کے ذرائع نے اطلاع دی ہے کہ تولک اور شہرک کے معرکے میں خونریز جھڑپوں کے دوران پندرہ کابل فوجی ہلاک اور ۲۰۰ فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے ۔ جب کہ چار مجاہدین شہید ہو گئے ہیں ۔ معلوم ہوا ہے کہ صوبائی ہیڈ کوارٹر چغچران میں محصور بکتر بند دستوں نے مجاہدین سے رابطہ قائم کر لیا ہے ۔

شاہراہ سالانگ پر مجاہدین کی کاروائیاں

(اڈانس افغان)

شاہراہ سالانگ پر شمالی افغان صوبے بغلان کے سب ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پل خمری کے نزدیک مجاہدین نے رسد پہنچانے والے فوجی دستے پر حملہ کیا جسے مزاحمت کے بغیر حیرتان کی طرف پسپا ہونا پڑا ۔ تحریک مزاحمت کے ذرائع نے اطلاع دی ہے ۔ کہ فرار ہونے والے چالیس کابل فوجی اسلحے سمیت مجاہدین سے آملے ۔ انہی مجاہدین نے ۳ مارچ کو بغلان شہر کے نواح میں گشتی دستے کی ایک گاڑی کا صفایا کر دیا ۔ جس کا عملہ مارا گیا اس کاروائی میں بھاگنے والے چار کابل فوجی گرفتار کر لئے گئے ۔

ادھر جلال آباد کے محاذ پر مجاہدین نے ۵ مارچ کو ہسوہ کے علاقے میں بکتر بند دستے کا حملہ پسپا کر دیا ۔ مزاحمت کے دوران اسلحے کی بھاری مقدار پر قبضہ کرنے کے ساتھ مجاہدین نے دو کابل فوجی گرفتار کر لئے ۔ ان کاروائیوں میں

صوبہ ہرات میں تاریخی قصبہ چشت شریف آزاد کرالیا گیا

اطلاعات کے مطابق افغانستان کے مغربی صوبے ہرات میں مجاہدین نے ہرات شہر سے ۱۶۰ کلومیٹر مشرق کی طرف تاریخی اور روحانی اہمیت کا قصبہ چشت شریف آزاد کرالیا ہے ۔

اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے گذشتہ ہفتے قصبے کی تمام حفاظتی چوکیوں پر بیک وقت حملہ بول دیا ۔ جہاں اچانک یلغار کی تاب نہ لاکر کابل انتظامیہ کے دستے ہرات کی طرف بھاگ گئے ۔

اس معرکے میں جانی نقصان کی تفصیل نہیں بتائی گئی ۔ تاہم فرار ہونے والے دستوں کا اسلحہ مجاہدین کے ہاتھ آیا ۔

چشت شریف تاریخی اور روحانی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے اور

سلسلہ چشتیہ کے اسلاف کرام کا وطن مانوف رہا ہے ۔

کابل انتظامیہ کے متحارب فوجی دستوں کے درمیان مزید تصادم

معلوم ہوا ہے کہ شین ڈنڈ اور ایک شہر کے بعد افغانستان کے تیسرے بڑے شہر ہرات میں نجیب ٹولے کے متحارب فوجی دستوں میں حکمران جماعت کے پرچم اور خلق دھڑوں کے مسلح دستوں نے ۲۷ فروری کو ایک دوسرے پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں تیس فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اس جھڑپ میں خلق دھڑے کے فوجیوں نے مخالف ٹولے کا ایک ٹینک چار گاڑیوں اور اسلحے کی بھاری مقدار پر قبضہ کرلیا، متحارب دستے گل خان ملیشیا اور زازی ملیشیا کی جھڑپیں ہرات کے مشرق میں پشتون زرغون کے علاقے تک پھیل گئی ہیں جن کی تفصیلات معلوم نہیں ہوسکیں یاد رہے کہ گذشتہ دنوں صوبہ سمنگان کے ہیڈکوارٹر ایبک اور مغربی افغانستان کے فضائی اڈے شین ڈنڈ میں خلق اور پرچم دھڑوں کے تصادم میں ۱۲۰ فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے تھے ۔ مجاہدین کے کمانڈر اسماعیل خان کے حوالے سے ایک اور اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ ۲۵ فروری کی چھاپہ مار کاروائی کے دوران ہرات کے جنوبی علاقے میں ایک حفاظتی چوکی تباہ کردی گئی۔ جہاں فوجی کمانڈر زلمے اور تین دیگر فوجی مارے گئے۔ مجاہدین حفاظتی چوکی سے اسلحہ اور گولہ بارود سمیٹ کر اپنے ٹھکانوں کی طرف نکل گئے

کابل کی فوجی تنصیبات پر مجاہدین کے مزید حملے

لندن ۲ مارچ (داڑانس افغان) خلیجی جنگ کے بند ہونے کے بعد افغان مجاہدین نے سقوط کابل کی مہم کے سلسلے میں فوجی تنصیبات پر حملے تیز کردیئے ہیں موصولہ اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ مجاہدین نے ۲۷ فروری کو خیر خانہ اور دانش مند کے مقام فوجی ٹھکانوں کو دوبارہ نشانہ بنایا۔ اس کاروائی میں ایک ٹینک تباہ اور اس کا عملہ مارا گیا۔ جب کہ ایک بکتر بند گاڑی ناکارہ بنادی گئی۔

اسی روز مجاہدین نے خواجہ رواش کے علاقے میں کابل ایرپورٹ پر راکٹوں سے حملہ کیا، جہاں رن وے پر کھڑا ایک جنگی طیارہ شدید متاثر ہوا۔ راکٹوں کے حملے سے ہوائی اڈے کے راڈار اور دیگر تنصیبات کو نقصان پہنچا جب کہ تیرہ کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ سقوط کابل کی مہم شروع ہونے کے بعد کابل کے ہوائی اڈے پر مجاہدین کا یہ پہلا کامیاب حملہ تھا۔ تحریک مزاحمت کی قیادت کے حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ کابل پر حملوں کا سلسلہ تیز کردیا گیا ہے ۔

کابل کے نواح میں مجاہدین کی کاروائیاں

(داڑانس افغان) کابل کے مغرب کی طرف وادی پغمان میں مجاہدین نے قلعہ صادق کے مقام فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا، جس کے دوران ایک ٹینک تباہ اور اس کا عملہ مارا گیا۔ تحریک مزاحمت کے ذرائع سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے ۳ فروری کو نجیب انتظامیہ کے سب سے بڑے فضائی اڈے بگرام پر یلغار کی جہاں جھڑپوں کا سلسلہ جاری ہے اس حملے میں دس کابل فوجی ہلاک اور زخمی بتائے گئے ہیں، ان کاروائیوں کا مقصد بگرام ہوائی اڈے پر ٹرانسپورٹ طیاروں کے ذریعے فوجی سامان رسد پہنچانے کی کوشش ناکام بنانا ہے

ادھر شاہراہ سالانگ پر تنگی تاشقرغان کے علاقے میں چالیس کابل فوجی اسلحے سمیت مجاہدین سے آملے۔ اس مقام پر مجاہدین شاہراہ سالانگ کے ذریعے فوجی قافلوں کو روکنے کے

لئے ناکہ بندی کئے ہوئے ہیں اور گذشتہ ایک ماہ کے دوران کابل کے لئے فوجی رسد لے جانے دستوں کو پسپا کرنے میں کامیاب رہے ہے۔ صوبہ سمنگان کے ہیڈکوارٹر ایبک کے نزدیک مجاہدین نے حفاظتی چوکیوں پر بھی حملے کئے جن کے نقصان کا اندازہ نہیں ہو سکا۔

صوبہ غور میں
شدید جھڑپیں

افغانستان کے مختلف مقامات کے جہادی محاذوں سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق صوبہ غور میں مجاہدین راہِ حق نے کامیاب کاروائیاں انجام دے کر دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا ہے۔

تفصیلات کے مطابق صوبہ غور کے سب ڈویژن "تولک" کے مقامی جیالے مجاہدوں نے ۱۸ / فروری کو کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کے دفاتر اور فوجی بیرکوں پر حملے کا آغاز کیا۔ ۲۲ / فروری تک جاری رہنے والی شدید جھڑپوں میں نو فوجی ہلاک اور پندرہ زخمی ہوئے۔

کابل حکومت کے طیاروں نے سب ڈویژن تولک کی عام آبادی پر انتقامی بمباری کر کے کئی مکانات زمین بوس کر دیئے۔

جہادی ذرائع کے مطابق دہری خلق و پرچم دھڑوں میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔

روسی سرحد کے نزدیک چھاؤنی پر مجاہدین کا حملہ، پٹرول کا ذخیرہ تباہ، تین کابل فوجی ہلاک

موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق روسی سرحد پر واقع صوبے کندز میں مجاہدین نے کابل انتظامیہ کے فوجی ہیڈ کوارٹر کو نشانہ بنایا، جہاں پٹرول کا ذخیرہ تباہ ہو گیا۔

اطلاعات کے مطابق کمانڈر کوہسار خان کی قیادت مجاہدین نے ۱۱ / فروری کو صوبائی دارالحکومت میں چھاؤنی پر راکٹوں سے حملہ کیا۔ اس کاروائی میں دیگر نقصان کے علاوہ تین کابل فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ راکٹوں کے فائر سے چھاؤنی کی حفاظتی چوکی بھی تباہ ہو گئی۔

جنوبی افغانستان میں مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائیاں۔ بارہ کابل فوجی ہلاک، دو ٹینک تباہ کر دیئے گئے

لندن ۱۷ / فروری (اژانس افغان)

جنوبی افغانستان کے صوبوں زابل، قندہار اور ہلمند میں مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائیوں کے دوران بارہ کابل فوجی ہلاک اور دو ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔

جہادی ذرائع نے بتایا ہے کہ کابل قندہار شاہراہ پر صوبہ زابل کے ہیڈکوارٹر قلات غلزئی کے نزدیک مجاہدین کے ایک گروپ نے فروری کے دوسرے ہفتے فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا۔ تیز رفتار حملے میں کابل انتظامیہ کے دو فوجی ہلاک ہو گئے جبکہ مجاہدین جانی نقصان سے محفوظ رہے۔ افغانستان کے دوسرے بڑے شہر قندہار میں شہری چھاپہ مار مجاہدین نے داماں کے علاقے میں حفاظتی چوکیوں پر یلغار کی جہاں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی بتائے گئے ہیں ادھر صوبہ ہلمند کے ہیڈکوارٹر لشکرگاہ کو رسد لانے والے قافلے پر مجاہدین نے راکٹوں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں دو ٹینک تباہ اور ان کا عملہ مارا گیا اس کاروائی میں دو مجاہدین شہید اور سات زخمی ہو گئے۔

خوست میں فوجی حکام کے اجتماع پر مجاہدین کا حملہ

(اژانس افغان)

افغان صوبے پکتیا میں سرحدی چھاؤنی خوست پر مجاہدین کے اچانک حملے میں کابل انتظامیہ کے متعدد فوجی مارے گئے جن

میں آٹھ افسر بتائے گئے ہیں

اطلاعات کے مطابق خوست گریزن کے نئے کمانڈر بریگیڈیر جنرل محمد ولی کی صدارت میں فوجی حکام کا اجلاس جاری تھا کہ مجاہدین نے راکٹوں سے چھاؤنی پر دھاوا بول دیا اس کاروائی میں گریزن کمانڈر محفوظ رہا۔ تاہم اس کے پیشرو بریگیڈیر جنرل غلام قادر کے بارے علم نہیں ہو سکا۔

خوست ایرپورٹ اور باغ صحرا کا ایئر فیلڈ بند ہونے سے کابل سے آنے والے طیاروں نے لبداناں بڑی کے علاقے میں مجاہدین کے مراکز پر بمباری کی جس کے دوران چار مجاہد شہید اور بائیس زخمی ہوگئے۔ متاثرہ علاقے میں صوبہ پکتیا کے کمانڈر مولانا جلال الدین بھی موجود تھے۔ جو بمباری میں بال بال بچ گئے۔

کابل کے نزدیک سکڈ میزائل گرنے سے چار مجاہد شہید، جلال آباد کے محاذ پر خونریز تصادم میں متعدد کابل فوجی مارے گئے

اژانس افغان) کابل کے مشرق کی طرف سروبی کے علاقے میں سکڈ میزائل کے پھٹنے سے چار مجاہدین شہید اور اٹھارہ زخمی ہوگئے ہیں ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق کابل انتظامیہ نے ۱۷ فروری کی صبح سب ڈویژنل ہیڈکوارٹر سروبی کے نزدیک دیہی آبادیوں پر سکڈ میزائلوں سے حملہ کیا۔ ایک سکڈ میزائل مجاہدین کے مرکز پر جا گرا۔ جس سے جانی نقصان کے علاوہ مرکز کی عمارت ملبے کا ڈھیر بن گئی۔

قبل ازیں مجاہدین نے سروبی کی تنصیبات کو نشانہ بنایا۔ جس کے دوران آٹھ کابل فوجی ہلاک و زخمی ہوگئے ایک اور اطلاع کے مطابق جلال آباد کے قریب بہسود کے مقام پر کابل انتظامیہ کے بکتر بند دستوں نے مجاہدین کے قافلے پر حملہ کیا۔ بتایا گیا ہے کہ مجاہدین کی کامیاب مزاحمت سے حملہ آور کابل فوجی چار لاشیں سمیٹ کر فرار ہوگئے۔ جب کہ مجاہدین نقصان سے محفوظ رہے۔

فرح اور ہرات کے صوبوں میں مجاہدین کی کاروائیاں

(اژانس افغان) فروری کے تیسرے ہفتے مجاہدین نے مغربی افغان صوبوں فرح اور ہرات میں چھاپہ مار کاروائیاں کرکے متعدد دفاعی تنصیبات تباہ کر دیں۔

اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے ۱۷ فروری کو شین ڈنڈ ہوائی اڈے پر راکٹوں سے حملہ کیا جہاں رن وے کا ایک حصہ شدید متاثر ہوا جب کہ آٹھ کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ صوبہ ہرات میں مجاہدین نے تورغنڈی کے مقام گشتی دستے کی ایک گاڑی تباہ کر دی جس کا عملہ مارا گیا۔

شین ڈنڈ اور ایبک شہر میں ۱۲۰ کابل فوجی ہلاک اور زخمی

(اژانس افغان) افغانستان میں حکمران ٹولے کے متحارب خلق اور پرچم دھڑوں سے تعلق رکھنے والے فوجیوں کے درمیان خونریز جھڑپوں میں ۱۲۰ کابل فوجی ہلاک اور زخمی بتائے گئے ہیں۔

تحریک مزاحمت کے ذرائع نے یہ اطلاع دیتے ہوئے بتایا کہ گذشتہ ہفتے مغربی افغانستان میں کابل انتظامیہ کے دوسرے بڑے ایربیس شین ڈنڈ میں خلق اور پرچم دھڑوں کے فوجیوں نے آپس میں فائرنگ کر دی، دو طرفہ فائرنگ کے نتیجے میں بیس فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے ادھر روسی سرحد سے ملنے والے شمالی افغان صوبے سمنگان کے ہیڈکوارٹر ایبک میں حکمران جماعت کے دھڑوں میں کشمکش جاری ہے جہاں ۲۲ فروری کو خونریز تصادم میں سو سے زائد کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے اطلاعات کے مطابق اس لڑائی میں مقامی کیدان ملیشیا اور دہشت گرد ٹولے خاد کے فوجی ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہیں۔

قافلۂ راہِ حق کے شہداء

شہید پیر دل خان

جناب پیر دل خان ولد لاجی خان صوبہ پکتیا، تحصیل زیڑوک، ورژانہ نامی گاؤں کے ایک دیندار، محب وطن اور مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے۔

۱۹۷۸ء میں جب افغانستان میں روسی ایجنٹوں کے ذریعے نام نہاد "انقلاب ثور" رونما ہوا اور افغان مسلمان عوام کفر و الحاد کی زنجیروں میں جکڑے جانے لگے۔ تو اس مرد مجاہد نے تمام دنیوی کاموں سے منہ موڑا اور اپنے مومن قوم کی نجات کی خاطر مسلحانہ جہاد کا آغاز کیا، جہاد کے دوران انہوں نے مختلف جنگی محاذوں پر دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچانے میں کامیابی حاصل کی۔

آخر کار اس مرد میدان نے سب ڈویژن ارگون میں "راتی" نامی مشہور جنگ کے دوران شہادت پاکر اللہ کو پیارے ہوگئے۔

شہید شیر علی خان

جناب ملک لالا کے جواں سال فرزند شہید شیر علی خان صوبے ننگرہار سب ڈویژن (دبچہ) کے ایک محب وطن، متقی اور دیندار گھرانے میں متولد ہوئے۔ جناب شہید شیر علی خان والدین کی نیک تربیت کے باعث بچپن ہی سے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ وہ ابھی عنفوان جوانی ہی کو پہنچ گئے تھے کہ افغانستان میں روسی غلاموں کی طرف سے نام نہاد "انقلاب ثور" رونما ہوا۔ دن بہ دن افغانستان کی پاک فضاء کفر و الحاد کے کالے بادل سے مکدر ہونے لگی۔

افغان مسلمان عوام کا خون ارزاں ہو گیا اور ان کے سر گاجر مولی کی طرح کاٹے جانے لگے۔ اس نوجوان مجاہد نے دنیوی کاموں سے منہ پھیرا۔ بندوق اٹھائی اور میدان جہاد میں کود پڑا۔

جناب شیر علی خان ایک مدت کے لئے الحاج مولوی جلال الدین حقانی کے زیر کمان حضرت عمرؓ فرنٹ میں انتہائی تندہی اور امانتداری کے ساتھ اپنا فرائض انجام دیتے رہے۔ آخر کار ۱۶، جنوری ۱۹۹۱ء کو شہید ہو کر قافلۂ

شہداء میں شامل ہوگئے۔

شہید صباح اللہ

شہید صباح اللہ ولد حیات اللہ صوبہ پکتیا کے مرکز گردیز میں متولد ہوئے تھے۔ وہ جناب تاجک قومیت سے تعلق رکھتا تھا وہ جناب بھی کئی سالوں سے جناب الحاج جلال الدین حقانی صاحب کے زیر کمان حضرت عمرؓ فرنٹ میں فرائض انجام دے رہے تھے وہ اکثر محاذ جنگ پر جاتے تھے اور اپنے مجاہد بھائیوں کے شانہ بشانہ دشمن کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لیتا تھا۔

جناب صباح اللہ ایک نامور، دلیر اور نڈر مجاہد تھے۔ آخر کار ۲۹ جنوری ۱۹۹۱ء کو اس مرد مجاہد کو بھی جام شہادت نوش کر اس دار فانی سے جانا پڑا۔

شہید نصر اللہ خان

جناب حاجی نذیر خان کے جواں سال بیٹے

شہید نصر اللہ خان نے صوبہ پکتیا میں ایک دیندار، متدین اور محب وطن گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔

نصر اللہ خان ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کی خاطر ۱۹۶۹ء میں ایک مقامی پرائمری سکول میں داخلہ لیا تھا۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد انہوں نے بعض علاقائی اور خاندانی مشکلات کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کرسکے۔ جب افغانستان میں کفر و الحاد کے سیاہ بادل اُمنڈ آئے روسی غاصب فوجوں نے ہمارے اسلامی ملک افغانستان پر حملہ کیا اور افغان مسلمان عوام انتہائی بے دردی سے قتل کیا جانے لگا۔ تو اس مرد مجاہد نے دنیوی کاموں سے منہ موڑا اور مسلحانہ جہاد کا آغاز کیا۔ جہاد کے دوران اس نے اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ کئی معرکوں میں حصہ لیا، دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا اور اپنی جنگی صلاحیت کی بناء پر ایک طویل عرصے تک میدان کارزار میں دشمن کے لئے قہر سامان بنے رہے، خوست ارگون اور بڑی نامی مشہور جنگوں میں ان کا حصہ لینا قابل ستائش اور قابل ذکر ہیں آخر کار ۱۹۸۹ء میں زیٹرہ بانڈی کے فوجی سب گرٹیرن فتح کرنے کے موقع پر دشمن کے ایک بے رحم گولے نے ان کے سینے کو چھلنی کر کے شہادت کے اعلیٰ و ارفع مقام پہ فائز ہوگئے۔

بہ بارگاہِ سیّد الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پائی نہ تیرے لطف کی حد سیّد الوریٰ — تجھ پر فدا مرے اب و جد سیّد الوریٰ

تیری ثنا ورائے نگاہ و خیال ہے — ختمِ رُسل، حبیبِ صمد سیّد الوریٰ

تُو مہرِ لازوال سرِ مطلعِ ازل، — تو طاقِ جاں میں شمعِ ابد سیّد الوریٰ

عرفان و علم، فہم و ذکا تیرے خانہ زاد — اے جانِ عشق، رُوحِ خرد سیّد الوریٰ

تو اِک اٹل ثبوت خدا کے وجُود کا، — تو ہر دلیلِ کُفر کا رد سیّد الوریٰ

اہلِ جہاں کو ایسی نظر ہی نہیں مِلی — دیکھے جو تیرا سایۂ قد سیّد الوریٰ

گُزرے جو اس طرف سے وہ گرویدہ ہو ترا — یُوں عنبریں ہو میری لحد سیّد الوریٰ

در کارِ مرگ و زیست کے ہر موڑ پر مجھے — تیری پناہ، تیری مدد سیّد الوریٰ

تائب کی آرزو ہے کہ اُس کی بیاضِ نعت
بن جائے مغفرت کی سند سیّد الوریٰ

حفیظ تائب

کتبہ یوسف سدیدی ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶

دشمن سے چھینا ہُوا ٹینک اب مجاھدین کے استعمال میں

کھُلے میدان میں مُجاہدین کا ایک مورچہ

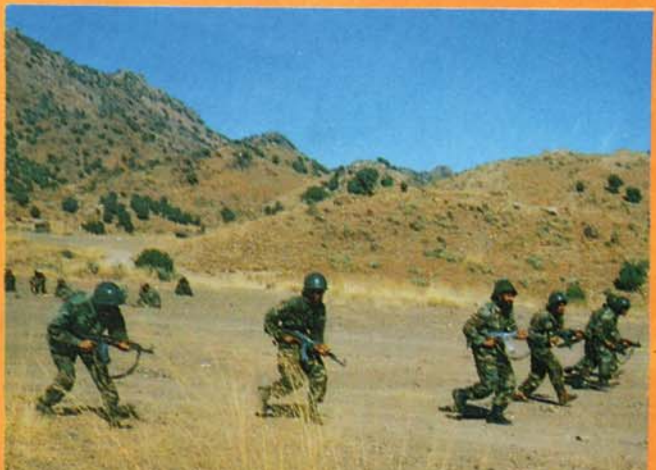

سلمان فارسیؓ فرنٹ کے مُجاہد فوجی ٹریننگ کی حالت میں